اُردو صَرف

مولّفہ

ڈاکٹر محمّد انصار اللہ

استاد شعبۂ اُردو مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ

ایجوکیشنل بُک ہاؤس
مسلم یونیورسٹی مارکیٹ۔ علی گڑھ

بارِ اوّل ۱۹۷۵ء

تعداد ۱۰۰۰

قیمت ۲/۹۵

مؤلّف کی دوسری کتب

اُردو کے حروف تہجّی	۲/۵۰
پدماوت کی مختصر فرہنگ	۵/-
قاعدۂ ہندی ریختہ عرف رسالۂ گل کرسٹ	۶/۳۰
برہمن کی کہانی یعنی مقصود کا بارہ ماسہ	۵/-

پیش لفظ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اُردو میں قواعد کی کتابیں بہ کثرت موجود ہیں لیکن زبان و بیان کے اکثر مسائل اب بھی اُسی طرح اُلجھے ہوئے ہیں کہ جیسے تھے اور علم القواعد کی بحثوں میں طلبا کے لیے دقّت بلکہ وحشت کا سامان اُتنا ہی ہے کہ جتنا تھا۔ وجہ اس کی جہاں تک معلوم ہو سکی یہ ہے کہ قواعد لکھنے کا کام یا تو اُن حضرات نے کیا جو عربی فارسی کے عالمِ متبحر تھے یا پھر انھوں نے اس کام کے لیے کھکھیڑ اُٹھائی کہ جو ہزاروں میل کے سفر کر کے اس ملک کی زبان یعنی اُردو کو سیکھنے اور یہاں کے معاملات کا علم حاصل کرنے آئے تھے۔ ہر دو سلسلے کے بزرگوں نے اپنے علم و فضل کی روشنی میں زبانِ اردو کے اصول اور ضابطوں کو سمجھنے اور بیان کرنے کی کوشش کی اور اپنی زبان کے طرز پر اس زبان کے مسائل کو حل کرنا چاہا۔

ان کے خلوص یا ان کی بصیرتِ علمی میں شبہ نہیں لیکن اس حقیقت کا اعادہ بھی ضروری ہے کہ اُردو اپنے مزاج کے اعتبار سے عربی، فارسی اور سنسکرت یا انگریزی سے بہت مختلف ہے۔ چنانچہ ایک اوسط درجہ کے اُردو خواں کے لیے ان بزرگوں کی بحثوں سے کما حقہٗ استفادہ کر لینا بھی آسان نہ تھا بلکہ بعض مقامات پر تو وہ مثل بھی صادق آسکتی تھی کہ ع

زبانِ یارِ من ترکی و من ترکی نمی دانم

بابائے اُردو مولوی عبدالحق نے، خدا ان کو غریقِ رحمت کرے، خود کو اس زبان کی خدمت کے لیے جس طرح وقف رکھا اس کے بیان کی احتیاج نہیں ہے۔ انھوں نے نہایت خلوص کے ساتھ اس زبان کے معاملات و مسائل کو اِسی کے انداز اور مزاج کے مطابق حل کرنے کے لیے "قواعدِ اردو" تالیف کی۔ اس میں انھوں نے یہ بات بالکل صحیح لکھی ہے کہ:

"اردو کی صرف و نحو میں عربی یا سنسکرت کا تتبع کرنا اُلٹی گنگا بہانا ہے۔"

لیکن مولوی صاحب مرحوم کے زمانے تک اپ بھرنشوں اور پراکرتوں کے واسطے سے اردو کا سلسلہ سنسکرت تک پہنچایا جانے لگا تھا۔ چنانچہ اس کتاب میں انھوں نے بھی جا بجا مسائل کا حل اسی سلسلہ کے مطابق پیش کرنے کی کوشش کی ہے۔ راقمِ سطور کے خیال کے مطابق اس قسم کی کوششوں سے مسائل اگر پورے طور پر کبھی حل کر لیے گئے تو یہ بڑی غیر معمولی بات ہو گی۔ اپنی کتاب قواعدِ اُردو کے مقدمہ میں مولوی صاحب نے یہ بھی فرمایا ہے کہ:

"صرف طلبائے مدارس کی ضرورت کا لحاظ نہیں کیا ہے بلکہ زیادہ تر یہ کتاب اُن حضرات کے لیے ہے جو زبان کو نظرِ تحقیق سے دیکھنا چاہتے ہیں۔"

اگرچہ مولوی صاحب کے بعد طلبا کی ضرورت سے قواعد کی اور بھی بہت

کتابیں لکھی جا چکی ہیں لیکن ایک ایسی کتاب کی ضرورت اب بھی محسوس کی جارہی ہے جس سے طالبعلموں کی مشکلات دور ہوں۔

محترم سیّد امین اشرف صاحب ان کرمفرماؤں میں سے ہیں جو میرے علمی شوق کی تکمیل کے لیے مناسب موقعوں کی جستجو کرتے رہتے ہیں۔ ان کے اخلاقِ کریمانہ سے میں نہایت متأثر ہوں۔ یہ بھی اُنہی کا کرم ہے کہ محبّی اسد یار خاں صاحب (مالک ایجوکیشنل بک ہاؤس علی گڑھ) سے ملاقات کی سبیل ہوئی اور انھوں نے دو شرطوں کے ساتھ مجھ سے زبانِ اردو کی قواعد مرتّب کرنے کی فرمایش کی۔ اوّل یہ کہ کتاب ہائی اسکول اور انٹر کے کلاسوں تک کے طلبا کے لئے مفید ہو اور دوم یہ کہ قواعد کے جو مسائل اب تک اُلجھے ہوئے ہیں ان کا حل پیش کرنے کی کوشش کی جائے۔ دوسری شرط بھی مشکل تھی لیکن پہلی نے اس کو مشکل تر بنا دیا۔ بہر حال سید صاحب موصوف کی حوصلہ افزائیوں سے میں نے کام شروع کیا۔ کچھ شک نہیں کہ ایک ایک مسئلہ سے متعلق غور و فکر کے بعد کسی نتیجہ تک پہنچنے میں مختلف النوع دشواریاں درپیش ہیں لیکن خیال ہے کہ اس کتاب میں اسد یار خاں صاحب کی دوسری شرط بھی کم و بیش ضرور پوری ہو گئی ہے البتہ جو کتاب طلبا کے لیے ہو اس میں تفصیلی بحثوں کے لیے گنجایش نکالنا مناسب نہیں تھا۔

عرض کیا گیا زبانِ اردو کی ابتدا اور اصل کے بارے میں راقم سطور

کے خیالات کسی قدر مختلف ہیں اور اپنے ان خیالات کی روشنی میں قدیم زبان کی ایک تفصیلی[1] فرہنگ کے علاوہ قواعد اردو کی ایک قدیم[2] اور کمیاب کتاب بھی توضیحی حواشی کے ساتھ راقم نے شائع کردی ہے اور جس وقت اسدیار خاں صاحب نے اس قواعد کے لکھنے کی فرمائش کی، زبان و شعر کے اصول و مباحث سے متعلق ایک کمیاب لیکن نہایت[3] اہم کتاب کی تدوین کے کام میں مصروف تھا۔ اپنے ان کاموں کی وجہ سے قواعد کی اس کتاب کی ترتیب میں خاصی سہولت ہو گئی۔

طلبا کے لئے عربی اور فارسی کی اصطلاحوں کا سمجھ لینا اور ان کو یاد رکھنا دقت کا سبب ہوتا ہے، اپنی زبان میں اصطلاحیں وضع کر کے اس کتاب میں درج کرنا فی الوقت طلباء کے واسطے مزید اُلجھن کا سبب ہوتا۔ اس لئے مروّجہ لیکن مشکل اصطلاحوں کے معنی اس کتاب میں جا بجا لکھ

---

[1] پدماوت کی مختصر فرہنگ، جس میں ہر لفظ کے معنی کے علاوہ اس کی ساخت اور محلِ استعمال سے بھی مستند مآخذ کی روشنی میں بحث کی گئی ہے۔

[2] قاعدۂ ہندی ریختہ عرف رسالۂ گل کرسٹ جس کے حواشی میں قواعد کی اصطلاحوں کے علاوہ مختلف حروف ضمائر وغیرہ کی اصل اوران کے واقعی مفہوم کو قدیم ترین حوالوں کی مدد سے متعین کرنے کی کوشش کی ہے۔

[3] تلخیص معلیٰ مؤلفۂ اعتصام الدولہ نواب میرزا کلب حسین خاں بہادر متخلص بہ نادرؔ سے مراد ہے جو عنقریب شائع ہو جائے گی انشاء اللہ۔

دیئے گئے ہیں۔ اور ان کی توضیح اس طرح کی ہے کہ طالبعلم خود ان کے لیے مثالیں فراہم کرنے لگے۔ بعض مسائل و مباحث کو نظر انداز بھی کر دیا ہے کیونکہ بے جا تفصیل بھی اکثر طبیعت کو منغض کر دیتی ہے۔ کام چونکہ طلبا کے لیے ہے اس کے کامیاب ہونے یا نہ ہونے کا فیصلہ وہی بہتر کریں گے۔

کتاب، دو حصّوں میں تقسیم کی گئی ہے۔ یہ پہلا حصّہ صَرف سے متعلق ہے اور دوسرا نحو کے مباحث پر مشتمل ہے اور اسی طور پر ان کو شائع کیا جا رہا ہے۔

ڈاکٹر ظہیر احمد صدیقی صاحب (صدر شعبۂ اُردو، دہلی یونیورسٹی) میرے ان نہایت شفیق اُستادوں میں سے ہیں جن سے کسبِ فیض کرنا میں اپنے لیے شرف و عزت کا سبب سمجھتا ہوں۔ زبان و ادب کے مبادیات سے مجھے انھوں نے روشناس کرایا تھا اور اس وقت سے اب تک کہ بائیس برس کی مدت گزری میرے حال پر ان کی شفقتوں کا سلسلہ جاری ہے۔ اس کتاب کے سلسلہ میں بھی میں نے ان کی ہدایات کو ملحوظ رکھا ہے۔ جانتا ہوں کہ یہ بات ان کے شایانِ شان نہیں لیکن محض اپنی اس کاوش کی وقعت میں اضافے کے خیال سے میں اس

کتاب کو ان کے نام نامی سے معنون کرتا ہوں۔ ع

گر قبول افتد زہے عزّ و شرف

محمد انصار اللہ

شعبۂ اردو

علی گڑھ مسلم یونیورسٹی

علی گڑھ

دو شنبہ - ۲۱ جولائی ۷۵ء

فہرست

مقدمہ

صَرف کے معنی ہیں روپیہ اور اشرفی کو پرکھنا اور روزمرّہ میں خرچ کرنے اور کام میں لانے کو بھی صَرف کہتے ہیں۔ کسی بھی چیز کو پرکھنے یا کام میں لانے کے لیے ضروری ہے کہ اس سے متعلق خاطرخواہ معلومات حاصل کرلی جائیں ورنہ غلطی کا پورا امکان رہیگا۔

زبان کی صحت کا انحصار لفظوں کے صحیح اور برمحل استعمال پر ہے، چنانچہ لفظ کی نوعیت اور اُس کے محلِ استعمال سے کما حقہ، واقفیت زباندانی کے لیے لازم ہے۔ وہ علم جو مفرد لفظوں سے بحث کرتا ہے علم صَرف کہلاتا ہے۔ کوئی لفظ مختلف صورتوں میں جو معنی حاصل کرلیتا ہے اس کے لیے جو اصول مقرر کیے گئے ہیں وہ بھی علم صرف ہی کے تحت آتے ہیں۔ مثال کے طور پر اگر تعجب کے لہجہ میں کہیں کہ "یہ کیا ہے؟" تو لفظ کیا سے اس چیز کا عجیب ہونا معلوم ہوگا۔ اس کے برخلاف اگر یہی الفاظ استفہامیہ انداز سے ادا کیے جائیں تو اس صورت میں سوال کا مفہوم پیدا ہوگا۔ یہی لفظ اگر حقارت کے طور پر زبان سے نکلیں تو مفہوم یہ ہوگا کہ اس چیز کی کچھ حقیقت نہیں ہے وغیرہ۔ اس طرح ظاہر

ہے کہ ایک ہی لفظ مختلف موقعوں پر مختلف معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔
قاعدہ یہ ہے کہ علمِ صرف میں جو علم قواعد کا ایک شعبہ ہے لفظ کے لغوی معنی کے بجائے اس مفہوم سے بحث کی جاتی ہے جو بول چال میں مطلوب ہوتا ہے اس اعتبار سے علمِ صَرف کی اہمیت بہت زیادہ ہے۔

کتاب کا یہ حصّہ علمِ صَرف کے مبادیات پر مشتمل ہے اور اس میں مجملاً صَرف کے اصولوں اور بعض مصطلحات کا ذکر کیا جائیگا۔

ہماری زبان سے شعوری طور پر جو آوازیں نکلتی ہیں اُن کو لفظ کہتے ہیں۔ کوئی لفظ اگر بے معنی ہے یعنی اس کے معنی واضح طور پر کچھ معلوم نہیں ہوتے تو اُسے مُہمل کہیں گے۔ مہمل کے معنی ہیں بیکار اور چھوڑا ہوا۔ علمِ صَرف میں مُہمل لفظوں سے بحث نہیں کی جاتی۔ یہ اس علم کے دائرے سے باہر ہیں۔

لفظ کی دوسری قسم وہ ہے جس کے کوئی معنی لغت میں یا بول چال میں مقرر ہیں، ایسے لفظوں کو کلمہ کہتے ہیں۔ لغت میں کلمہ سے مراد ہے بامعنی اکائی یا مفرد لفظ۔ ظاہر ہے کہ زبان و بیان کے لیے لفظ کی بنیادی اہمیت ہے۔ یہ جملے کا چھوٹے سے چھوٹا جزو ہوتا ہے اور اسی پر زبان کا دار و مدار ہے۔ بامعنی لفظ چونکہ کسی مخصوص اور متعین معنی

کے اظہار کے لیئے بنا یا گیا ہوتا ہے۔ علم صرف میں اس کو کلمہ موضوع کہتے ہیں۔ بعض وقت ایک سے زائد لفظ مل کر بھی ایک کلمہ بناتے ہیں جیسے جاتا ہوا، احمد بخش، وغیرہ اس کی تفصیل اپنے موقع پر بیان ہوگی۔

کلمے دو طرح کے ہوتے ہیں اول وہ جو اپنے معنی کے لیے کسی دوسرے کلمے کے محتاج ہوں ان کو غیر مستقل کہتے ہیں یعنی وہ جو کمزور ہوں اور خود اپنے طور پر مکمل نہ ہوں۔ غیر مستقل کلمے حروف ہیں۔ اور یہ حروف کئی قسم کے ہوتے ہیں۔

جو کلمے مستقل یا مضبوط ہوتے ہیں دو طرح کے ہوتے ہیں اور یہ اپنے معنی کے اظہار کے لیے کسی دوسرے کلمے کے لائے جانے کے محتاج نہیں ہوتے ہیں۔ ان میں سے وہ کلمے کہ جن سے کسی زمانے یعنی ماضی، حال یا مستقبل کا پتا چلتا ہو فعل کہے جاتے ہیں جیسے آئیگا۔ چلتا ہے۔ گیا وغیرہ۔ فعل کام یا حرکت کو کہتے ہیں اور کوئی فعل ایسا نہیں ہو سکتا جو کسی نہ کسی زمانے سے تعلق نہ رکھتا ہو۔

ایسے بامعنی کلمے جن کا زمانے سے تعلق نہیں ہوتا اسم کہلاتے ہیں۔ اسم نام کو کہتے ہیں اور ناموں میں عام طور سے زمانے کے اثر سے کوئی تبدیلی نہیں ہوا کرتی۔

کلمہ

مہمل (بے معنی)

موضوع (جس کے معنی مقرر ہوں)

مستقل (جو اپنے معنی کے لیے دوسرے کا محتاج نہ ہو)

غیر مستقل (جس کے معنی بغیر دوسرے کلمہ کے معلوم نہ ہوں)

حرف

اسم (نام) جس میں زمانہ نہ پایا جائے

فعل (کام) جس میں زمانہ پایا جائے
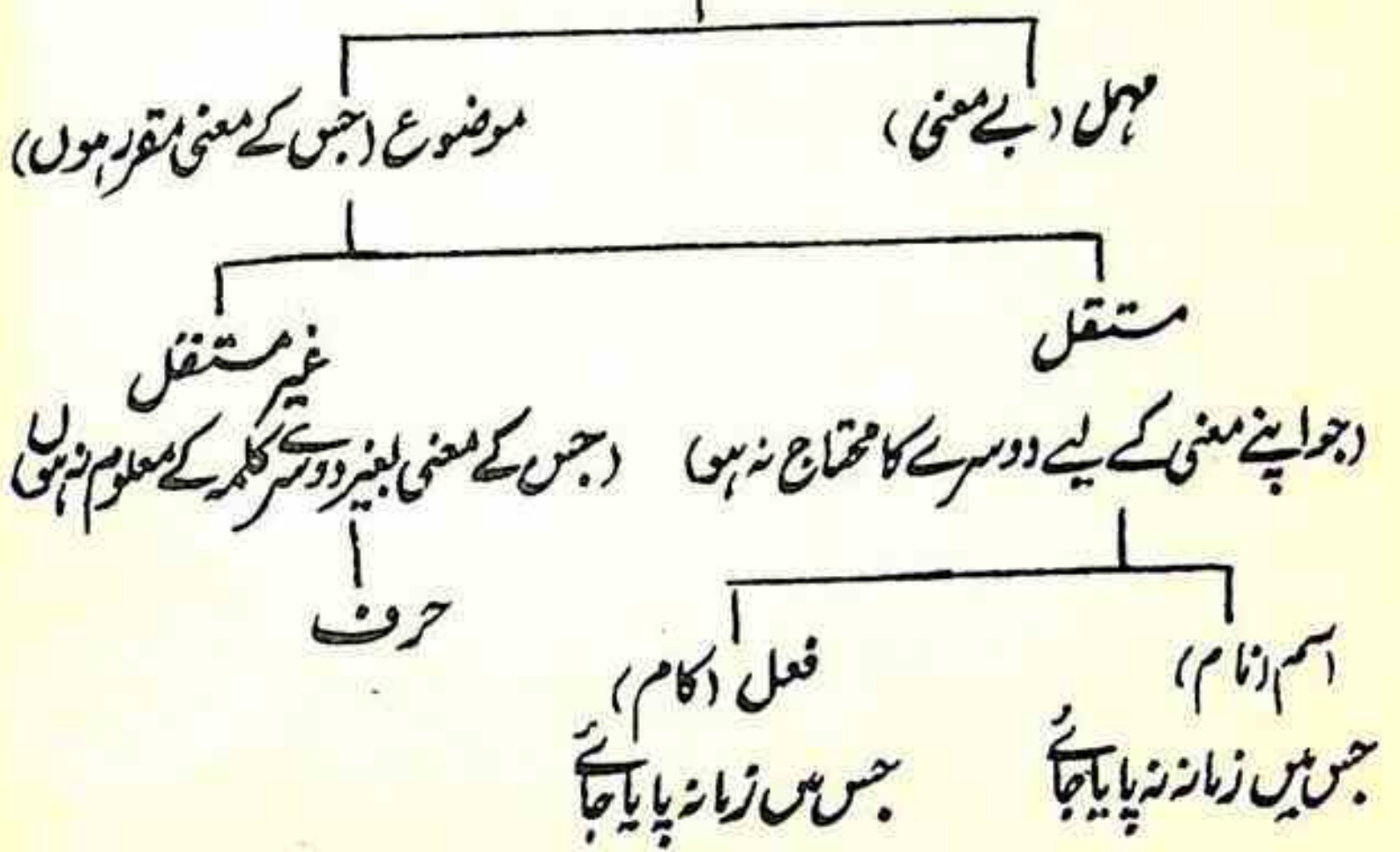
پہلا باب

اسم کا بیان

کسی شخص، چیز، جگہ، یا کیفیت کے نام کو اسم کہتے ہیں۔
اپنے بنائے جانے، معنی، عمل اور تعیین وغیرہ کے نقطۂ نظر سے اسم کی کئی قسمیں کی گئی ہیں۔
سہولت کے لیے پہلے قسموں کا بیان کیا جائے گا۔ اس کے بعد حالتوں سے بحث ہو گی۔

اِسم کی قسمیں

(الف) اُن کے بنائے جانے کے لحاظ سے

مختلف چیزوں کے نام مقرر ہیں۔ ان میں سے کچھ ایسے ہیں جو بظاہر کسی دوسرے کلمہ سے نہیں بنائے گئے ہیں گویا یہ اپنی جگہ پر قائم ہیں اِن کو اسمِ جامد کہتے ہیں جیسے آدمی، پتّھر، لکڑی وغیرہ بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ اسمِ جامد وہ ہے جس سے کوئی دوسرا لفظ نہ بنتا ہو لیکن یہ خیال بہت صحیح نہیں ہے چنانچہ آدمی سے آدمیت، پتّھر سے پتھریلا، پتھراؤ اور لکڑی سے لکڑہارا وغیرہ الفاظ بنتے ہیں۔

ایسے الفاظ جن سے عام طور سے دوسرے اسما اور افعال بنائے جاتے ہیں اسم مصدر کہلاتے ہیں۔ مصدر سے مراد وہ ہے جس سے کوئی چیز نکلے۔ اردو میں عام طور سے 'نا' یعنی نون والف کے اضافے سے مصدر بنالیا جاتا ہے جیسے خریدنا، بدلنا، لکھنا، چلنا وغیرہ۔

کسی اسم مصدر سے بعض علامتوں کا اضافہ کرکے جو اسما بنائے جاتے ہیں ان کو اسمِ مشتق کہتے ہیں۔ مشتق کے معنی ہیں وہ جو کسی سے نکلا یا بنایا گیا ہو۔

اسم مصدر کی بناوٹ کے لحاظ سے چند قسمیں کی جاسکتی ہیں یعنی
(الف) وہ جو کسی مقامی لفظ یا مادۂ مصدر سے بنائے گئے ہوں جیسے
چلنا۔ آنا۔ جانا۔ ان کو اصلی مصدر یا مصدر وضعی کہنا چاہیئے۔ یعنی وہ جو
زبان اُردو کی اصل اور وضع کے مطابق ہوں۔
(ب) وہ اسم مصدر جو کسی دوسری زبان کے لفظ پر علامت
مصدر یعنی "نا" بڑھا کر بنائے گئے ہوں فرعی یا غیر وضعی ہیں جیسے
آزمانا، خریدنا، بدلنا، فلمانا، وغیرہ
(ج) وہ اسما جو دو کلموں (خواہ وہ دونوں مصدر ہوں یا ان میں
سے پہلا فعل ہو یا اسم ہو) کو ملا کر بنائے جائیں ترکیبی کہے جائینگے جیسے
مارنا پیٹنا، اُٹھنا بیٹھنا، لکھنا پڑھنا، خرید لینا، کام کرنا، نام لینا وغیرہ۔
بعض لوگوں نے چند قسمیں اسم مصدر کی اور بھی بیان کی ہیں لیکن
یہ تفصیل غیر ضروری ہے اِس لیے ان کو نظر انداز کیا جاتا ہے
اسم مصدر میں کوئی زمانہ معلوم نہیں ہوتا لیکن جب اس کا استعمال
فعل کی حیثیت سے ہوتا ہے اور اس سے کوئی صیغہ بنایا جاتا ہے تو
زمانہ کا مفہوم بھی پیدا ہو جاتا ہے۔ اس صورت میں مصدر کی علامت عام
طور سے باقی نہیں رہتی۔ تفصیل فعل کی بحث میں بیان کی جائیگی۔

اسم مشتق کی قسمیں کئی ہیں یعنی:

(الف) **اسم فاعل**: وہ ہے کہ جس سے کسی فعل کا ہونا معلوم ہو۔

فاعل کہتے ہیں کام کرنے والے کو — اس کے بنانے کا طریقہ مختصراً یہ ہے کہ والا، وارا، ہالا، ہارا، یالا، یارا وغیرہ اور اُن کے مخففات کو اسمِ مصدر کے آخر میں لاتے ہیں جیسے بولنے والا، ہونہار وغیرہ۔

مخففات مثال کے طور پر 'والا' کے اس طرح ہیں: وال، ول، الا، ال، وا، لا، و، ا، ل — ان علامتوں سے اسمِ فاعل بنانے کے لیے صرف مادۂ مصدر ہی کو کام میں لاتے ہیں جیسے رکھوالا، ہتھیارا، چرواہا۔ کبھی کبھی اسمائے جامد، صفات اور افعال سے بھی اسم فاعل بنا لیتے ہیں جیسے لکڑہارا، بنجارا، بھولو،

اسم فاعل کی بعض علامتیں اور بھی ہیں چنانچہ تیراک، بھکڑ، جھگڑالو وغیرہ سے ظاہر ہے۔

اردو میں عربی فارسی کے اسمِ فاعل بھی بکثرت مستعمل ہیں جیسے عاشق، آیندہ، پروردگار، ہوشیار، دلکش وغیرہ۔

بعض وقت فارسی اور عربی کے لفظوں سے بھی ہندی علامتوں کا اضافہ کر کے اسمِ فاعل بنا لیتے ہیں۔ اسی طرح عربی اور فارسی کی علامتوں کو بھی ہندوستانی لفظوں کے ساتھ لانا عام ہے جیسے پاندان، سمجھدار، گدی نشین، ڈاکخانہ وغیرہ۔

(ب) **اسمِ مفعول:** وہ کہ جو کیا جائے یا جس پر کوئی کام کیا گیا ہو مفعول ہے۔ اردو میں اسمِ مفعول بنانے کا طریقہ یہ ہے کہ ماضی مطلق کے صیغہ واحد غائب کے بعد لفظ 'ہوا' کا اضافہ کرتے ہیں جیسے کھایا ہوا،

دیکھا ہوا، بول چال میں اکثر لفظ 'ہوا' کو اسمِ مفعول سے حذف بھی کر دیتے ہیں جیسے وہ آفت کا مارا ہے۔ یہ سبق میرا پڑھا ہے وغیرہ۔ اس طرح کہا جا سکتا ہے کہ بعض وقت ماضی مطلق کا صیغہ واحد غائب اسمِ مفعول کے معنی دیتا ہے۔ اسی قیاس پر بعض لفظوں سے اسمِ مفعول بنانے کے لیے تذکیر کی حالت میں الف اور تانیث کی صورت میں 'ی' کا اضافہ کر لیتے ہیں۔ مثلاً بیاہا یعنی بیاہ کیا ہوا، نکاحی یعنی نکاح کی ہوئی، وغیرہ۔

اُردو میں عربی فارسی کے اسمِ مفعول بھی مروّج ہیں جیسے مقتول، مشکور، مقبول، مظلوم، مرحوم، آزردہ، آشفتہ وغیرہ۔

اسمِ مفعول کے لیے فارسی کے بعض لفظ بھی علامت کے طور پر استعمال ہوتے ہیں جیسے ساز یعنی خداساز، خانہ ساز — شدہ یعنی گرفتار شدہ، تحقیق شدہ — زدہ یعنی مصیبت زدہ، فلک زدہ وغیرہ۔

(ج) اسمِ حالیہ: وہ اسما ہیں جن سے فاعل یا مفعول کی حالت کا پتا چلے۔ ان کی علامت عام طور سے لفظ 'ہوئے' ہے جیسے اس نے روتے ہوئے کہا، گھوڑے کو چرتے ہوئے دیکھا — پہلی مثال میں 'روتے ہوئے' فاعل (اُس) کی حالت کا مظہر ہے اور دوسری میں چرتے ہوئے مفعول (گھوڑے) کی حالت پر دلالت کرتا ہے۔

بول چال میں اکثر لفظ 'ہوئے' کو بھی حذف کر دیتے ہیں جیسے گھوڑا چرتے دیکھا یعنی چرتے ہوئے — اس قاعدہ کے مطابق

روتی صورت، سوتی مورت، ہنستا چہرہ، وغیرہ بھی اسمِ حالیہ ہیں۔

بعض وقت اسمِ حالیہ کو دو بار بھی لاتے ہیں جیسے ہنستے ہنستے، روتے روتے، لکھتے لکھتے وغیرہ۔

قاعدہ ہے کہ اسمِ فاعل، اسمِ مفعول اور اسمِ حالیہ تینوں صفت کے طور پر بھی آتے ہیں جیسے لڑنے والا آدمی، پٹا ہوا پہلوان، بنتا ہوا مکان وغیرہ۔

(د) **اسمِ آلہ:** کسی آلہ، اوزار یا ہتھیار کا نام اسمِ آلہ کہلاتا ہے بعض وقت خود مصدر اسمِ آلہ کے معنی میں آتا ہے جیسے ڈھکنا، پھونکنی، چھلنی، پالنا، بیلن وغیرہ ــــ اور بعض موقع پر اسمِ فاعل کی علامتوں میں سے کوئی لاتے ہیں مثلاً بانسری، تکیل، ہتھوڑا، جھاڑو وغیرہ۔

فارسی کے لفظ بھی اسمِ آلہ کی علامت کے طور پر آتے ہیں جیسے قلمتراش، دستپناہ، گلگیر، کفگیر، ناخن تراش وغیرہ۔

عربی اور فارسی کے اسمِ آلہ بھی اردو میں مستعمل ہیں۔ جیسے مسواک، میزان وغیرہ۔

(ہ) **اسمِ ظرف:** ان سے کسی جگہ یا وقت کا پتا چلتا ہے۔ جگہ سے متعلق جو نام ہوتے ہیں اسمِ ظرف مکانی کہلاتے ہیں۔ ان کے لیے بھی اسمِ فاعل کی علامتوں میں سے بعض کا استعمال ہوتا ہے۔ چنانچہ پھلواری، ٹکسال، بنسواڑی وغیرہ سے ظاہر ہے۔

وقت سے متعلق جو نام ہوتے ہیں اسمِ ظرفِ زمانی کہے جاتے

ہیں جیسے صبح، شام، دن، رات وغیرہ
خود مصدر بھی بعض وقت اسم ظرف کے واسطے آتا ہے جیسے جھرنا، رمنا وغیرہ۔
عربی فارسی کے اسمائے ظرف بھی اردو میں مستعمل ہیں جیسے گلستان، عطردان، لالہ زار وغیرہ۔
(و) اپنے کام کے لحاظ سے اسم کی بعض قسمیں اور بھی ہو سکتی ہیں جیسے اسمِ معاوضہ یعنی وہ جس سے معاوضہ کا پتا چلے جیسے قمیص کی سلائی کتنی ہے یعنی سینے کا معاوضہ وغیرہ۔
اردو میں اسمِ تفضیل کچھ نہیں ہوتا البتہ عربی فارسی کے اسما استعمال میں آتے ہیں جیسے افضل، احقر، بہترین، بدترین وغیرہ اردو میں اچھا، برا، بڑا، چھوٹا وغیرہ الفاظ مقابلے کے طور پہ لاتے ہیں۔
(ز) حاصلِ مصدر وہ ہے جس سے کسی مصدر کی کیفیت کا پتا چلے، اس کے لیے اکثر مصدر کا الفِ آخر حذف کر دیتے ہیں۔ جیسے جلن، چلن، اٹھان، نہان وغیرہ۔ بعض وقت ماضی مطلق کا صیغہ واحد غائب حاصل مصدر کے معنی دیتا ہے جیسے جھگڑا ——— اور بعض موقع پر امر سے بھی یہ معنی پیدا ہوتے ہیں جیسے بہاو، بناو، ——— کبھی اس پر حرف "ٹ" کا اضافہ بھی کر دیتے ہیں جیسے بناوٹ، لگاوٹ، دکھاوٹ وغیرہ ——— اردو میں حاصل مصدر کی بعض صورتیں اور بھی ہوتی ہیں جیسے چنائی، گنتی، پرکھ، جانچ وغیرہ۔

فارسی کے حاصلِ مصدر بھی اُردو میں مستعمل ہیں جیسے گزارش، رسائی وغیرہ۔

اسم (بناوٹ کے لحاظ سے)

- اسم جامد (جو کسی سے نہ بنا ہو)
  - وضعی (جو ہندوستانی لفظوں سے بنیں)
  - غیر وضعی (جو عربی فارسی کے لفظوں سے بنیں)
  - ترکیبی (جو دو کلموں سے مل کر بنیں)
- اسم مصدر (جس سے اسماء اور افعال بنیں)
- اسم مشتق (جو اسم مصدر سے بنیں)
  - اسمِ فاعل (جو کام کرے)
  - اسمِ مفعول (جس پر کام کیا جائے)
  - اسم حالیہ (جو فاعل یا مفعول کی حالت بتائے)
  - اسمِ آلہ (اوزار وغیرہ کا نام)
  - اسمِ ظرف
    - مکانی (جو جگہ بتائے)
    - زمانی (جو وقت بتائے)
  - اسمِ صوت (آواز کا نام)

(ب) معنی کی تعیین کے لحاظ سے

معنی کی تعیین کے لحاظ سے اسم کی دو قسمیں کی گئی ہیں یعنی :

اسم نکرہ : وہ جو کسی خاص شخص، چیز یا جگہ کے لیے متعین نہ ہو۔ ان کو اسمِ عام بھی کہا جاتا ہے۔ ان کے برخلاف وہ اسما جو کسی خاص شخص یا جگہ کے لیے متعین ہوں اسمِ معرفہ کہلاتے ہیں یعنی وہ کہ جن سے معرفت حاصل ہو۔ ان کو سہولت کے لیے اسمِ خاص بھی کہا جاتا ہے۔

اسمِ نکرہ کی جو چند قسمیں بتائی گئی ہیں یہ ہیں :

(الف) **اسمِ ذات** : وہ ہیں جو محض کسی چیز کا پتا دیں جیسے درخت، پتھر، دریا وغیرہ۔

(ب) **اسمِ کیفیت** : ان سے کسی شخص یا چیز کی حالت کا اندازہ ہوتا ہے جیسے صحت، گھبراہٹ، نیند، حرکت وغیرہ

(ج) **اسمِ جمع** : وہ کہ جو ایک نام ہو لیکن ایک جنس کی بہت چیزوں کے مجموعہ کا پتا دے جیسے محفل، انجمن، جلوس وغیرہ۔

(د) اسمِ نکرہ کی بعض قسمیں اور بھی بیان کی گئی ہیں لیکن یہاں ان کی تفصیل غیر ضروری ہے۔

اسم معرفہ کی قسمیں اسطرح کی گئی ہیں

(الف) **علم** : وہ ہے کہ جس سے کسی خاص چیز یا آدمی کا پتا چلے جیسے

ہندوستان، علی گڑھ، اسداللہ۔

(ب) لقب : وہ نام ہے جو کسی خاص واقعہ، وصف یا تعلق کی بنا پر مقرر ہو۔ جیسے حضرت موسیٰ کو کلیم اللہ کہا گیا۔ لقب عام طور سے آدمی اپنے لیے خود مقرر کر لیتا ہے مثلاً شاہِ زمن، بہادر شاہ وغیرہ

(ج) خطاب : وہ نام ہے جو کسی تقریب سے خواہ وہ فضیلتِ علم ہو یا شجاعت، دلیری وغیرہ حکومتِ وقت کی طرف سے کسی شخص کے لیے تفویض ہو اور اس شخص کے واسطے اعزاز سمجھا جائے جیسے قاضی عبدالستار کو پدم شری کا خطاب ملا۔

قوم کے اکابر، یا علمی مستند ادارے بھی خطاب تفویض کرنے کے مجاز ہیں چنانچہ قائدِ ملّت، حکیم الامت وغیرہ اسی قبیل سے ہیں، ڈاکٹر آف فلاسفی یا ڈاکٹر آف لٹریچر وغیرہ بھی بہ سبب اعزاز و فضیلتِ علمی خطاب ہیں۔

(د) تخلص : وہ نام ہے جو شاعر خود اپنے لیے مقرر کر لیتے ہیں اور اپنی نظموں میں حسبِ ضرورت لاتے ہیں جیسے غالب، ناصر وغیرہ۔

(ہ) عُرف : وہ نام ہے جس سے لوگ کسی شخص کو عام طور سے پہچانیں۔ یہ نام محبت، عقیدت، نفرت اور حقارت وغیرہ کے سبب مشہور ہو جاتا ہے۔ بعض وقت اس سے کسی عادت یا خصوصیت یا واقعہ کا پتا چلتا ہے اور بعض اوقات یہ اصل نام کا اختصار بھی ہوتا ہے جیسے عبدل، کلّو، پھیکن، ہنسو وغیرہ۔

(و) کنیّت: برکت یا نسبت کے خیال سے کسی نام کے ساتھ کوئی لفظ مثلاً ابو، اُم، اِبن، بنت وغیرہ ملا کر ایک نام مقرر کر لیتے ہیں جیسے ابوالکلام، ابوالحسنات وغیرہ۔

جتنے بھی اسم خاص ہیں شہرت پا جانے کے بعد تلمیح کے طور پر استعمال ہو سکتے ہیں اور ایسے موقع پر یہ اسم صفت کی حیثیت سے آتے ہیں جیسے وہ حاتمِ وقت ہے۔ اس دور میں وہی غالب ہے وغیرہ۔

اسم (معنی کی تعیین کے لحاظ سے)

- اسم نکرہ یا اسم عام
  - اسم ذات
  - اسم کیفیت
  - اسم جمع
- اسم معرفہ یا اسم خاص
  - علم
  - خطاب
  - لقب
  - تخلص
  - عُرف
  - کنیت

(ج) اظہارِ ذات کے لحاظ سے

جتنے بھی اسمائے معرفہ ہیں وہ متعین طور پر کسی شخص یا جگہ کو ظاہر

کرتے ہیں اور ان کی قسمیں بیان کی جا چکیں لیکن تحریر و تقریر میں ایک نام کا بار بار لانا معیوب سمجھا گیا ہے اس لئے بعض لفظ ان کے بدل کی حیثیت سے مقرر کئے گئے ہیں ان کو ضمیر کہتے ہیں۔ لغت میں ضمیر کے معنی ہیں غیر مظہر یا چھپانے والا اور چونکہ ضمیروں سے اصل شخص، چیز یا جگہ کا پتا اس وقت تک نہیں چلتا جب تک اس کی صراحت نہ کی جائے اس لیے ان کو اسم غیر مظہر کہا گیا ہے لیکن چونکہ ضمیر سے کسی متعین شخص، چیز یا جگہ کی طرف ہی اشارہ ہوتا ہے ان کو اسمِ معرفہ کی قسموں میں شمار کیا گیا ہے۔

ضمیر تین طرح کی ہو سکتی ہیں یعنی :

بات کہنے والا = متکلّم

جس سے بات کہی جائے = حاضر

اور جس کی بات کی جائے = غائب

فعل سے ضمیر کا تعلق بھی تین طرح کا ہو سکتا ہے یعنی فاعلی، مفعولی اور اضافی۔ چنانچہ ذیل کے نقشہ سے ظاہر ہے :

حالت	غائب		حاضر		متکلّم	
	واحد	جمع	واحد	جمع	واحد	جمع
فاعلی	وہ (اس نے)	وہ (انھوں نے)	تو ـ	تم ـ	میں ـ	ہم ـ
مفعولی	اسے (اس کو)	انھیں ان کو	تجھے تجھ کو	تمھیں تم کو	مجھے مجھ کو	ہمیں ہم کو
اضافی	اس کا	ان کا	تیرا	تمھارا	میرا	ہمارا

مونث کی صورت میں بھی ضمیریں یہی آتی ہیں البتہ حالتِ اضافی میں الفِ آخر کی جگہ 'ی' لے لیتی ہے یعنی: اس کی، ان کی، تیری، تمھاری، میری، ہماری۔

قاعدہ ہے کہ احترام کے واسطے واحد کے لیے بھی جمع کی ضمیریں لاتے ہیں بلکہ حالتِ فاعلی میں غائب کے لیے جمع الجمع لاتے ہیں یعنی انھوں کہ جو 'اُن' کی جمع ہے اور اُن جمع ہے اُس کی۔

حقارت کے لیے واحد کی ضمیریں لاتے ہیں لیکن ایسی شخصیت کے لیے بھی جس کا بدل عام نہ ہو قصیدوں وغیرہ میں واحد حاضر کی ضمیر یعنی 'تو' نظم کرتے ہیں مثلاً ؎

تو بہ حقیقت، تو بہ طریقت، تو بہ شریعت، تو بہ ودیعت
پاک سرشت و نیک نوشت و جسمِ مطہّر، قلب مصفّا

اسی طرح خدا کے لیے بھی کہ جس کی وحدانیت پر ایمان ہے 'تو' ہی بولنا اور لکھنا اولیٰ ہے۔

مخاطب کی تکریم کے لیے 'تم' کے بجائے 'آپ' بولتے ہیں لیکن اکثر پیار و محبت اور نفرت و حقارت کے لیے 'تو' لاتے ہیں۔

بزرگوں، پیغمبروں وغیرہ کے لیے غائب کے مقام پر بھی آپ، آنحضرت، آنجناب وغیرہ، بادشاہوں کے لیے خود بدولت، ظلِّ سبحانی وغیرہ اور اپنے لیے انکساری کے طور پر فدوی، بندہ، احقر وغیرہ الفاظ لاتے ہیں۔ بادشاہ مابدولت اور بڑے لوگ 'ہم' بولتے ہیں۔

تاکید اور زور دینے کے لیے ضمیر اصلی کے ساتھ خود اور کبھی آپ کا اضافہ کرتے ہیں جیسے میں نے خود کہا، تم آپ وہاں گئے وغیرہ۔

ایک جملے میں ایک سے زائد حالتوں میں ایک ہی ضمیر کا لانا درست نہیں ہے۔ اس کی جگہ اپنا، اپنی، اپنے بولتے ہیں جیسے: میں میرے قلم سے لکھتا ہوں کی جگہ کہنا چاہیئے کہ۔ میں اپنے قلم سے لکھتا ہوں۔ اس صورت میں اپنے کی جگہ 'خود کا' کہنا بھی صحیح نہیں ہے کیونکہ یہ روزمرّہ کے خلاف ہے۔

اردو میں تخصیص کے لیے لفظ 'ہی' مقرر ہے۔ اس کے استعمال میں احتیاط کی ضرورت ہے اور جہاں واقعی تخصیص مقصود ہو وہیں پر لانا چاہیئے جیسے آپ نے ہی یہ کام کیا یعنی خود آپ نے کیا اور اس کی ذمّہ داری کسی دوسرے پر نہیں ہے۔ اسی طرح: آپ ہی نے یہ کام کیا۔ یعنی صرف آپ نے کیا، کسی دوسرے نے نہیں کیا۔ یہ لفظ 'ہی' بعض ضمیروں کے ساتھ مل کر ان کی نئی صورت بنا دیتا ہے جیسے وہی (وہ + ہی)، اُسی (اُس + ہی)، انھی (ان + ہی)، تجھی (تجھ + ہی = تو + ہی) وغیرہ۔

تبادلی، جنس، حالت، وحدت و جمعت وغیرہ کے معاملات ضمیروں کے بھی وہی ہیں جو دوسرے اسما کے ہیں اور یہ تفصیل اپنے موقع پر آئے گی۔

وہ ضمیریں جو اوپر مذکور ہوئیں ضمیر شخصی ہیں۔ باقی قسمیں اس طرح

سے ہیں۔

(الف) ضمیر اشارہ : وہ لفظ جو اشارہ کرنے کے لیے مقرر ہیں ضمیر اشارہ ہیں۔ جس شخص یا چیز کی طرف یہ اشارہ کرتے ہیں اس کو مشارٌ الیہ کہتے ہیں۔ اشارے دو طرح کے ہو سکتے ہیں یعنی قریب اور دور۔

اشارے ذات یا شخص کے علاوہ مقدار اور وصف کے لیے بھی ہوتے ہیں۔ چنانچہ ذیل کے نقشے میں دکھائے گئے ہیں :

حالت	اشارہ قریب	اشارہ بعید
فاعلی و مفعولی	یہ - اِس - اِن اِنھوں	وہ - اُس - اُن اُنھوں
مقداری	اِتنا - اِتنے - اِسقدر	اُتنا - اُتنے - اُسقدر
توصیفی	ایسا - ایسے	ویسا - ویسے

استعمال اِن کا بھی انھی اُصولوں کے مطابق ہوتا ہے کہ جو ضمیر شخصی کے سلسلے میں مذکور ہوئے۔ تمام ضمیریں چونکہ اسم کے بدل کی حیثیت سے آتی ہیں، ان کو اسمِ ضمیر کہتے ہیں اور ان کی جملہ اقسام کو اسم ہی کی قسموں میں شمار کرتے ہیں۔ چنانچہ ضمیر اشارہ کو اسمِ اشارہ بھی کہا جاتا ہے۔

(ب) ضمیر موصول یا اسم موصول : وہ ہیں کہ کسی کے ساتھ وصل یا ملے ہوئے ہوں یعنی یہ کبھی اکیلے نہیں آتے بلکہ ان کے بعد کوئی جملہ یا فقرہ لانا ضروری ہوتا ہے اور ایسے جملے یا فقرے کو صِلہ کہتے ہیں۔ اسمِ موصول

کے لیے 'جو' اور 'جَون' دو لفظ مقرر ہیں لیکن اب لفظ جَون متروک ہے البتہ بعض وقت جَون سا 'بولتے ہیں جیسے : جَون سا قلم پسند ہو لے لو۔

مختلف حالتوں میں اسمائے موصول حسب ذیل ہیں :

جو، جنھوں ، جس ، جن ، جنھیں — فاعلی اور مفعولی حالت میں

جتنا ، جتنے — مقدار کے لیے

جیسا ، جیسے — صفت کے واسطے۔

بعض وقت لفظ 'جو' کی جگہ 'کہ' بھی آتا ہے جیسے وہ کہ کل آیا تھا آج گیا — اور اس اعتبار سے 'جو کہ' کا ایک ساتھ لانا غیر ضروری ہے۔ تکرارِ بیجا سے ہمیشہ بچنا چاہیئے۔

صِلے کے لیے کئی لفظ آتے ہیں یعنی : سو، تِس ، تِن ، تِنھیں ، تِنھوں ، تِتنا ، تیسا وغیرہ لیکن اب یہ لفظ کم تر استعمال میں آتے ہیں۔ مثلاً : جیسے کو تیسا ۔ جو ہو سو ہو ۔ جو ہُوا سو ہُوا ۔ ان کی جگہ اب لفظ اُس اور اس کی مختلف صورتیں لاتے ہیں مثلاً جس نے سُنا اس نے عمل کیا وغیرہ۔

اسمائے موصول کی تکرار معنی میں زور ، تاکید اور تعیین کا سبب بنتی ہے مثلاً جو جو یعنی ہر ایک ۔ جتنا جتنا یعنی مقدار ایک ایک کی وغیرہ۔

(ج) **اسم استفہام :** استفہام بات پوچھنے یا سمجھنے کو کہتے ہیں۔ اس کے لیے لفظ کون مقرر ہے اور مختلف حالتوں میں درج ذیل صورتیں

آتی ہیں :

کیا، کس، کون، کیسا، کتنا، کنھیں، کنھوں وغیرہ۔

تخصیص و شناخت کے لیے کون کے بعد لفظ 'سا' لاتے ہیں جیسے کون سا' ــــ اسی طرح لفظ سا' کتنا کے بعد مقدار میں کمی کے لیے آتا ہے۔ جیسے کتنا سا یعنی بہت چھوٹا یا بہت تھوڑا۔

اسمائے استفہام جب دو بار آئیں تو ایک ایک پر ان کا اطلاق ہوتا ہے جیسے کس کس نے۔ کون کون۔ کتنا کتنا وغیرہ

اردو میں لب و لہجہ کی اہمیت بہت ہے۔ مثال کے طور پر 'کون ہے' اگر زور سے کہیں تو سوالیہ فقرہ ہوگا۔ اور اگر آہستہ سے مایوسی کے لہجہ میں کہیں تو یہ معنی ہوں گے کہ کوئی نہیں ہے۔ اسی طرح تعجب کے معنی میں بھی آتا ہے یعنی دیکھو تو وہ کون ہے وغیرہ۔

دہلی کے قرب و جوار کے اہلِ دیہات اور جاہل 'جس' کے بدلے میں بھی لفظ 'کس' بولتے ہیں۔ اس کا اعتبار نہیں کیا جاتا اور یہ غلط ہے

(د) اسمِ تنکیر : وہ لفظ ہیں جو شخص غیر معین کے لیے بولے جائیں جیسے کسی، کچھ، کوئی۔

بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ جانداروں کے لیے کوئی اور بے جانوں کے لیے 'کچھ' بولتے ہیں لیکن بول چال میں اس کے خلاف بھی آتا ہے۔ جیسے کچھ لوگ آئے تھے یعنی چند ــــ وہ بھی کچھ آدمی ہے یعنی بیکار ہے ــــ اسی طرح کوئی چیز بھی بولتے ہیں۔

غیر متعین یا تنکیر کے لیے بعض لفظ اور بھی آتے ہیں یعنی : چند، بعض، فلاں، کسی، سب، بہت وغیرہ — کوئی اور کچھ کے معنی میں لفظ ایک بھی آتا ہے۔ جیسے۔ ایک روزہ نہ رکھا یعنی ایک بھی۔
اسمائے تنکیر کی تکرار سے کمی کا مفہوم پیدا ہوتا ہے جیسے کوئی کوئی کچھ کچھ۔ بعض بعض — اسی طرح بہت بہت اور سب کے سب وغیرہ سے انتہائی صورت معلوم ہوتی ہے۔

اسم معرفہ

- مظہر (تمام اسما)
- غیر مظہر
  - ضمیر (جو اسم کی جگہ آئیں)
    - اسم ضمیر یا ضمیر شخصی
    - اسم موصول: جو، جن
    - اسم استفہام: کون، کیا
    - اسم اشارہ: یہ، وہ
    - اسم تنکیر: کچھ، کوئی
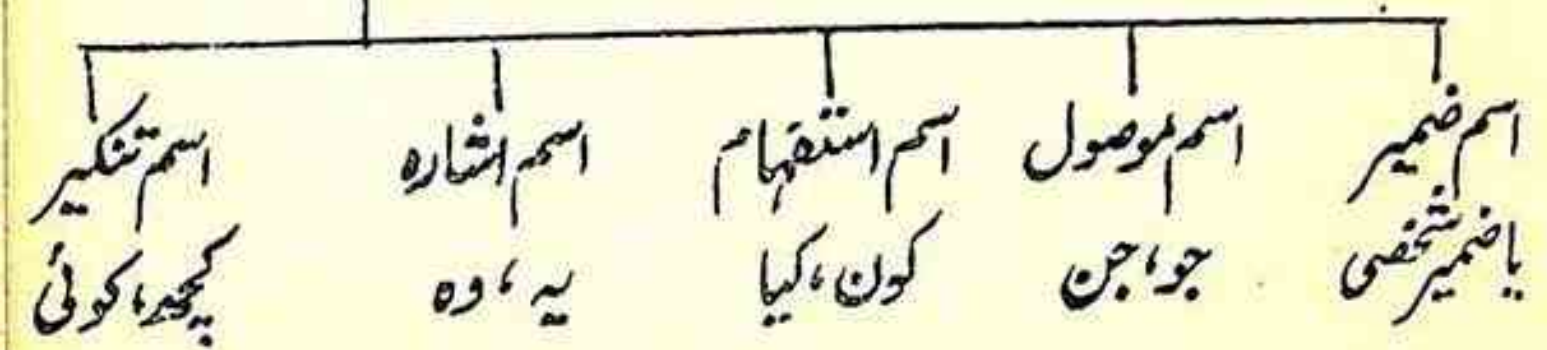
(د) معنی پر دلالت کے لحاظ سے

وہ کلمے جن سے کسی شخص، جگہ یا چیز کا نام تو معلوم ہو لیکن اس کی کسی خصوصیت یا وصف کا پتا نہ چلے اسم ہے جیسے کتاب، گھر، اخبار، قلم وغیرہ۔ اِس کے برخلاف جب کسی اسم سے اس چیز کی کوئی خصوصیت

یا کیفیت ظاہر ہو تو اسے اسمِ صفت یا صفت کہیں گے۔

بناوٹ کے اعتبار سے صفات دو طرح کے ہوتے ہیں یعنی:

مفرد وہ کہ جو صرف ایک لفظ یا کلمہ پر مشتمل ہوں جیسے سُرخ، بھلا، چوڑا، اونچا وغیرہ۔

مرکب وہ کہ جو ایک سے زائد لفظوں سے مل کر بنے ہوں۔ ان کے بنانے کی دو صورتیں ہیں۔

(الف) جب لفظ اصلی سے پہلے کوئی اور کلمہ یا علامت لائیں۔ اس کلمہ کو سابقہ کہتے ہیں اور مقامی یا اردو کے لفظوں کے علاوہ عربی فارسی کے سابقے بھی اُردو میں کام میں آتے ہیں۔ بعض یہ ہیں:

اَنمول، اَنجان، اَن پڑھ، اَن گڑھ

نِڈر، نِکمّا، نِکھٹّو

نِرمل، نِربل

بے دھڑک، بیڈول، بے سرا، بیدل، بے بدل

نیک دل، نیک بخت، نیک سرشت، نیک صفات

تنگ دل۔ تنگ حوصلہ۔ تنگ نظر۔ تنگ داماں

ہمسر۔ ہموطن۔ ہمجنس۔ ہم پیشہ

کم سن۔ کم نظر۔ کمبخت۔ کم حوصلہ

بدگو۔ بدسرشت۔ بدنیت۔ بدخصلت

خوشنما۔ خوش نصیب۔ خوش دل۔ خوش معاش

پست نظر - پست فطرت - پست ہمّت - پست طینت
صاحبِ دل - صاحب شعور - صاحب نظر - صاحب علم

اسی طرح خوب - زشت - قابل - اہل - ذی - نیم - آدھ - ادھ - ایک - زیادہ - فضول - بیش - پس - دوں - شہ وغیرہ بھی سابقے ہیں اور ان سے بھی صفاتِ مرکّب بنائے جاتے ہیں -

(ب) جب لفظ اصلی کے بعد کوئی علامت یا کلمہ لاکر صفات مرکب بنائیں، اس علامت یا کلمہ کو لاحقہ کہتے ہیں اور یہ بھی بکثرت ہیں مثلاً:

والا - وارا - ہارا - ہالا - یالا - یارا - واڑا - باڑا وغیرہ اور ان کے تمام مخففات جن کا ذکر اسمِ فاعل کے سلسلے میں کیا جا چکا ہے جیسے گھونگردالا - اندھیارا - بھگوڑا - سنہرا - گنوار - نویلا - گوالا - پتھریلا - گھائل - بوجھل - دودھاری - دودھیل وغیرہ -

اِن میں سے بعض لاحقے جیسے وار، سار، بار وغیرہ اور ان کے مخففات فارسی لفظوں میں بھی مشترک ہیں چنانچہ امیدوار، جانور، گھربار، دلبر، جاندار، کہسار، گلزار وغیرہ میں ہیں -

اسی طرح ینہ، زادہ، آنہ اور آگیں اور ان کے مخففات بھی آتے ہیں جیسے شاہزادہ، غم زدہ، خانہ زاد، میرزا، غم آگیں، غمگیں، شوقین، رنگین، روزینہ، نگینہ، غلامانہ وغیرہ -

اکثر ہندوستانی لاحقے فارسی یا عربی کے لفظوں کا ترجمہ بھی ہیں

جیسے سوز، جلا - زدہ، مارا - آلودہ، بِلا - زن، مار - پرور، پال - رُبا، موہن، بان، مان - دان، وان - مند، منت - بند، ونت وغیرہ - چنانچہ دلسوز، دل جلا - آفت زدہ - مصیبت کا مارا - خاک آلودہ، مٹی بِلا - رہزن، بٹ مار - جہاں پرور، پرتھی پال - دلربا، منموہن - دربان، بدھیمان، پاندان، گاڑی وان، عقلمند، سامنت، کمر بند وغیرہ بیں ہیں۔

اسی طرح کار، گار، گر، اگر، بردار، ناک، پوش، بخش، پرست، فروش، گیر، خوان، گو، جو، چیں، بیں، انداز، نشیں، سوار، افشاں، ریز، آموز، آمیز، افراز، افروز، دوست، دشمن، بوس، نما، مایل، گوں، فام، کشا، نواز، پرواز، انگیز، رَس، شو وغیرہ کے آخر میں لانے سے بھی صفات بنتی ہیں جیسے یادگار، بدکار، ستمگر، باربردار، غمناک، خوش پوش، خطا بخش، خدا پرست، حُسن فروش، دلگیر، اُردو خواں، قصہ گو، عیب جو، نکتہ چیں، خود بیں، غلط انداز، فیل نشیں، فلک بوس، خوشنما، شہ سوار، گل فشاں، خونریز، نوآموز، مکر آمیز، سرفراز، بزم افروز، حُسن دوست، فقیر دشمن، سرخی مائل، گندم گوں، گلفام، مشکل کشا، غریب نواز، قافیہ پرداز، فتنہ انگیز، فریادرس، مردہ شو وغیرہ۔

کسی صفت سے جس اسم کا وصف معلوم ہوتا ہے اس اسم کو موصوف کہتے ہیں یعنی وہ جس کی تعریف کی جائے۔ قاعدہ ہے کہ بول چال

میں اکثر موصوف کو حذف کر دیتے ہیں اور اس صورت میں صفت سے موصوف کی ذات مراد لی جاتی ہے مثلاً بھوکا ہے مراد بھوکا آدمی ہوگا۔ اسی طرح ع۔

غنیمت ہے جو ہمصورت یہاں دو چار بیٹھے ہیں

اس مصرع میں ہمصورت سے مراد ہے ہمصورت لوگ۔

اپنے معنی کے اعتبار سے صفات کی جو چند قسمیں کی جا سکتی ہیں یہ ہیں:

(الف) **صفت ذاتی** ۔ وہ ہیں جو کسی اسم کی اندرونی یا باہری حالت کو بیان کریں۔ ان سے موصوف کی کسی ذاتی خصوصیت کا پتا چلتا ہے جیسے سمجھ دار یعنی وہ جو سمجھ رکھتا ہو، کھلاڑی یعنی وہ جو کھیلتا ہو۔ یہ صفات دو طرح کی ہو سکتی ہیں:

اول مثبت یعنی جن سے کسی خصوصیت کا پایا جانا معلوم ہو جیسے فکر مند، وہ کہ جسے فکر ہو۔ اسی طرح سخی، بہادر، ذی ہوش وغیرہ۔

دوم منفی: وہ کہ جو کسی کمی کو ظاہر کرے جیسے بے فکر یعنی وہ جسے فکر نہ ہو۔ اسی طرح بے علم، مدہوش، لاپرواہ، نڈر وغیرہ۔

بعض شخص اپنی کسی خصوصیت کے لئے خواہ وہ مثبت ہو یا منفی مشہور ہو جاتے ہیں چنانچہ ان کے نام بھی بطور صفت استعمال ہوتے ہیں جیسے حاتم یعنی نہایت سخی، مجنوں یعنی عاشق، لیلیٰ یعنی معشوقہ، رستم یعنی جری پہلوان وغیرہ۔

(ب) صفت نسبتی : وہ صفات ہیں جن سے کسی جگہ یا چیز وغیرہ کے ساتھ تعلق اور نسبت کا اظہار ہو جیسے ہندوستانی جو ہندوستان سے تعلق رکھتا ہو، گنوار جسے گاؤں سے نسبت ہو، سنہرا جو سونے کی طرح ہو وغیرہ۔

اردو میں کلمہ "سا" بھی نسبت کے اظہار کے لئے آتا ہے جیسے چاند سا یعنی وہ کہ جو چاند کی طرح ہو وغیرہ۔

(ج) صفت مقداری : جو مقدار کو ظاہر کرے خواہ بہ اعتبار وزن کے یا بہ لحاظ پیمائش یا محض اندازہ کے مطابق جیسے سیر بھر، دو گز، بہت سا، کسی قدر وغیرہ۔

(د) صفت عددی : جس سے تعداد معلوم ہو۔ اس کی دو صورتیں ہیں یعنی۔

متعین کہ جب تعداد مقرر ہو اور اس کی ایک صورت یہ ہے کہ پورے عدد بیان ہوں جیسے دو لڑکے، تین قلم، چار کتابیں ۔ دوسری صورت یہ ہے کہ تعداد کسری ہو جیسے آدھ سیر، پاؤ بھر، پون چھٹانک، ڈیڑھ ماشہ، پونے دو تولے وغیرہ ۔ یا اس کے برعکس ہو جیسے دوگنا، چار گنا وغیرہ ۔ ایک اور صورت صفات عددی متعین کی یہ ہے کہ اعداد ترتیب کو ظاہر کریں جیسے پہلی بات، دوسرا قلم، تیسری کتاب وغیرہ۔

غیر متعین صفاتِ عددی وہ ہیں جن میں تعداد صحیح طور سے معلوم نہ ہو سکے محض اندازہ یا قیاس ظاہر ہو جیسے بہت، کئی، سب، تھوڑا،

چند، بعض، اس قدر، اِتنا وغیرہ

دہائی، سینکڑے اور ہزار، لاکھ وغیرہ جب بحالتِ جمع بولے جائیں تو اِن سے بھی صفاتِ عددی غیر معیّن کا مفہوم پیدا ہوتا ہے جیسے بیسوں، پچیسوں، سینکڑوں، ہزاروں، لاکھوں، کروڑوں، اربوں وغیرہ — اسی طرح جب اعداد مکرّر لائے جائیں تو بھی تعداد غیر معین ظاہر ہوتی ہے۔ جیسے لاکھ لاکھ، ہزار ہزار، سو سو، دس دس وغیرہ — البتہ ان صورتوں میں کثرت کا مفہوم پیدا ہوتا ہے۔

اردو میں فارسی کے اعداد مثلاً یکم، دوم، سوم، چہارم، دوچند، سہ چند وغیرہ بھی مروّج ہیں۔ اسی طرح بعض عربی کے اعداد جیسے اول، نصف، ربع وغیرہ بھی بولے جاتے ہیں

جنس، تعداد اور حالتوں کے لحاظ سے صفات اپنے موصوف کے تابع ہوتے ہیں اور ان میں تبدیلی کے اصول اپنے موقع پر بیان کیے جائیں گے۔

(الف) صفت

- مفرد
- مرکب
  - جن میں لفظ اصلی کے آخر میں علامت لائیں
  - جن کے بنانے کے لئے علامت پہلے لائیں

(ب) صفت
صفت ذاتی
صفت نسبتی
صفت مقداری
صفت عددی
مثبت
منفی
معیّن - غیر معیّن
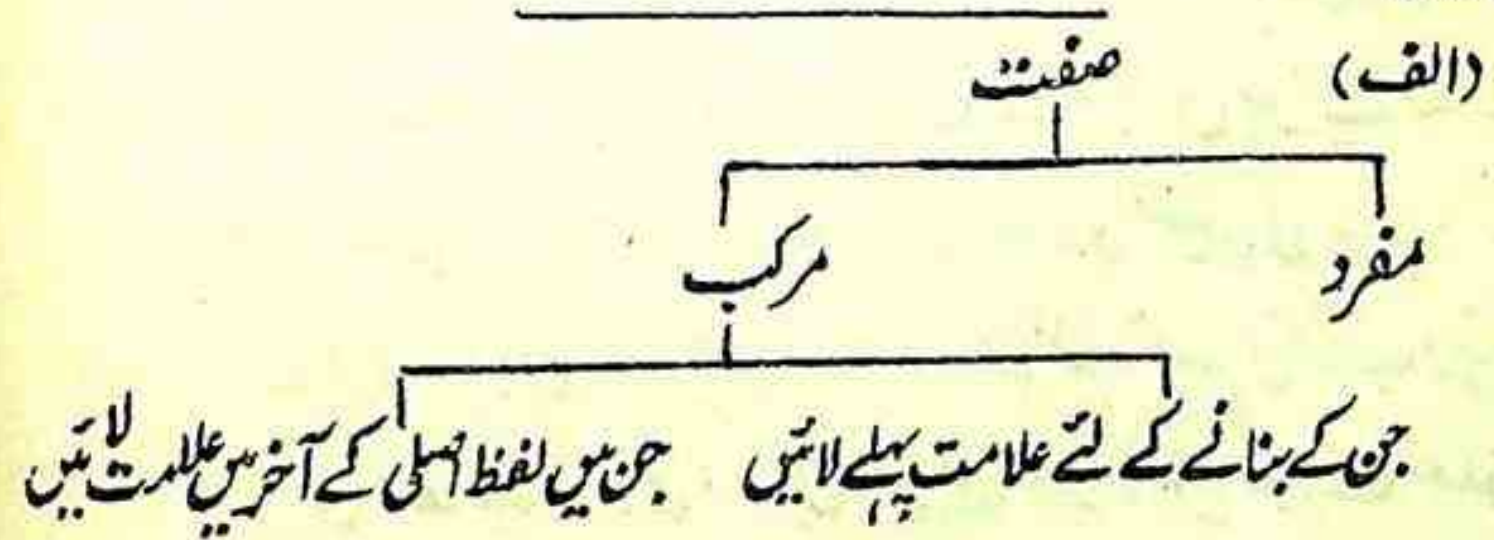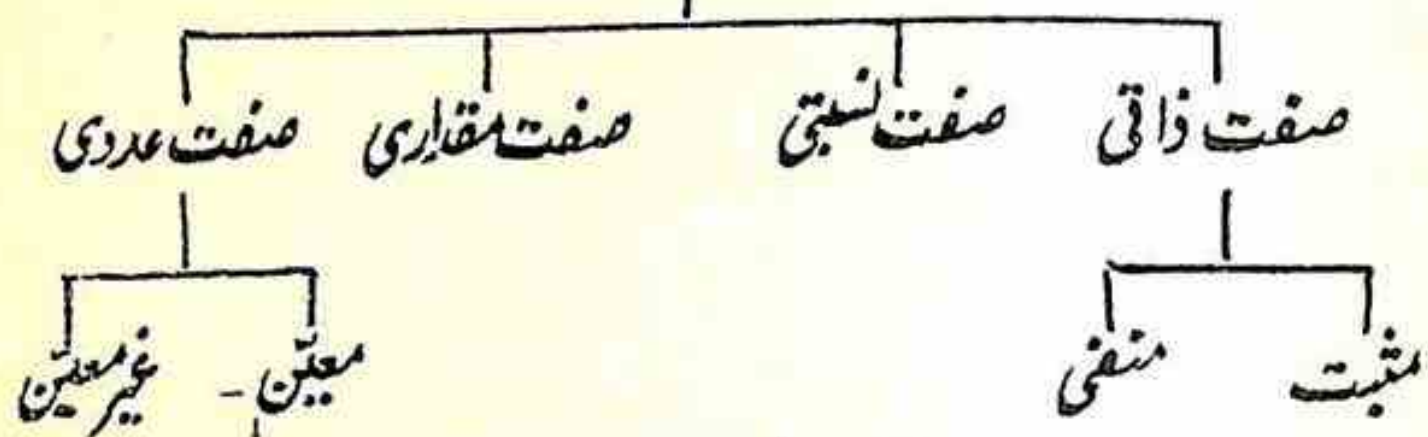
اسم کی حالتیں

(الف) تبدیلی کا بیان

جب تحریر و تقریر میں اسم استعمال ہوتے ہیں اور اُن کے ساتھ کوئی حرفِ معنوی یا اسمِ ظرف آتا ہے یا جب وہ حالتِ جمع میں ہوتے ہیں تو ان میں سے بعض میں تبدیلی واقع ہوتی ہے اور بعض اس تبدیلی سے محفوظ رہتے ہیں۔ اس طرح اسما کی دو قسمیں ہو جاتی ہیں یعنی متبدلہ اور غیر متبدلہ۔

(الف) اسمائے غیر متبدلہ وہ ہیں کہ جن میں تبدیلی نہیں ہوتی۔ عام طور سے ان کے آخر میں الف یا 'ہ' نہیں ہوتا جیسے: طالبعلم کی کتاب کے ورق لال ہیں۔ اور: ساقی نے مہمان کو سرخ رنگ کی شراب پلائی۔ اِن جملوں میں طالبعلم، کتاب، ساقی، مہمان، رنگ وغیرہ اسما کے ساتھ اگرچہ حرف موجود ہیں لیکن ان میں کوئی تبدیلی نہیں ہوتی۔

جن اسما کے آخر میں حرف الف یا 'ہ' ہو ان میں سے بھی درجِ ذیل میں تبدیلی نہیں ہوتی:

(۱) وہ جو تذکیر و تانیث سے بے نیاز ہیں جیسے خدا

(۲) رشتہ داروں کے جتنے نام ہیں خواہ وہ مذکر ہوں یا مؤنث جیسے دادا، چچا، پتا، ماتا، والدہ وغیرہ۔

(۳) جتنے اسماء معرفہ ہیں خواہ وہ کسی شخص کے نام ہوں یا جگہ کے جیسے موسیٰ، ہمالیہ، گنگا، بخارا وغیرہ ۔۔ لیکن ہندوستانی شہروں کے ناموں میں اکثر تبدیلی ہوتی ہے جیسے وہ آگرے سے کلکتے گیا۔ اٹاوے اور خورجے کا گھی مشہور ہے وغیرہ ۔۔ اگرچہ اصولاً یہ تبدیلی درست نہیں لیکن اس کے خلاف بولنا غیر فصیح اور خلافِ روزمرہ ہے۔ یہ غلط العام فصیح کی اچھی مثال ہے۔

(۴) جتنے عہدوں یا منصبوں کے نام ہیں جیسے راجا، میرزا، خلیفہ، مُلّا وغیرہ ۔۔ لیکن ذاتوں اور پیشوں کے نام اِس ذیل میں نہیں آتے اور ان میں تبدیلی ہوتی ہے۔ چنانچہ بنیا کی دوکان اور لکڑہارا کا کام کہنا درست نہیں ہے۔

(۵) جتنے اسماء مؤنث ہیں ان میں بھی تبدیلی نہیں ہوتی خواہ اُن کی تانیث حقیقی ہو یا سماعی جیسے: بُڑھیا کی دعا نے دُکھیا کی بَلا کو ٹال دیا۔

(ب) اسمارِ متبدلہ: وہ ہیں کہ جن میں تبدیلی ہوتی ہے ۔۔ جن اسما کے آخر میں الف یا 'ہ' موجود ہو اور جو اسمارِ غیر متبدلہ نہیں ہیں اُن سب میں تبدیلی ہوتی ہے مثلاً:

بندے نے ناشتے میں لڑکے کے کھلانے کو بکرے کے گوشت کے کباب پکوائے۔

اس طور پہ تبدیلی ضمیروں، صفتوں، فعلوں، عددوں اور حرفوں میں بھی ہوتی ہے۔

ترتیب یا جمع کی حالت میں اگر نون غنہ سے پہلے الف ہو تو بھی تبدیلی ہوتی ہے اور اس الف کی جگہ 'ے' لے لیتی ہے خواہ وہ اسم مذکر ہو یا مؤنث جیسے دسواں سے دسویں اور لڑکیاں سے لڑکیوں وغیرہ ــــ البتہ جمع مؤنث کے لئے 'ی' یعنی یائے معروف اور جمع مذکر کے واسطے 'ے' یعنی یائے مجہول لاتے ہیں۔

ضمائر میں تبدیلی

حالتِ فاعلی میں ضمیروں میں کوئی تبدیلی نہیں ہوتی سوائے اس کے کہ جب ضمیر غائب یعنی 'وہ' کے بعد 'نے' آئے تو 'وہ' تبدیل ہو کر 'اُس' بن جاتا ہے۔ اسی طرح 'یہ' کی جگہ 'اِس' اور جو کے بجائے جس اور کون کے واسطے کِس لاتے ہیں۔ پھر ان سب کی جمع بنانے کے لئے حرف 'س' کی جگہ 'ن' لے آتے ہیں یعنی اُن، اِن، جن، کن وغیرہ۔ لیکن 'نے' سے پہلے اِن جمع کی ضمیروں کی پھر جمع لاتے ہیں یعنی انھوں، جنھوں، کنھوں ــــ اور محض اُن، جن، کن وغیرہ کا 'نے' کے ساتھ لانا جدید اردو میں متروک ہے۔

حالتِ مفعولی میں ضمائر کی تبدیل شدہ صورتوں کے بعد علامتِ مفعول یعنی 'کو' لاتے ہیں۔ اُردو میں واحد کے لئے 'ے' اور جمع کے واسطے 'یں' بھی علامتِ مفعول ہیں۔ چنانچہ تجھے، مجھے، اُسے، جسے، کسے اور انھیں، ہمیں، تمھیں، جنھیں، کنھیں وغیرہ میں یہ ہیں۔

اردو میں اضافت کی علامت 'کا' ہے چنانچہ اس کا، ان کا، کس کا،

جس کا وغیرہ میں ہے۔

واحد حاضر اور واحد متکلّم میں اضافت کے واسطے 'را' اور جمع حاضر و جمع متکلم میں 'ارا' ہے۔ چنانچہ تیرا، میرا، ہمارا، تمھارا میں موجود ہے۔

(ب) علامتیں

اُردو میں معمولاً الفِ آخر علامت ہے :-

۱- واحد کی جیسے لڑکا یعنی ایک ۲- تذکیر کی جیسے مرغا یعنی نر اور ۳- تکبیر کی جیسے ڈبّا یعنی بڑا-

اسی طرح 'ی' یعنی یائے معروف جب آخر میں آئے تو علامت ہے:

۱- تانیث کی جیسے بکری یعنی مادہ اور ۲- تصغیر کی جیسے آمی یعنی چھوٹا آم

اور 'ے' یعنی یائے مجہول علامت ہے جمع مذکر کی جیسے گھوڑے یعنی کئی اور نر۔

فاعل کی علامت افعالِ متعدّی کے صرف ماضی مطلق، ماضی بعید، ماضی شرطیہ اور ماضی احتمالی کے صیغوں کے ساتھ حرف 'نے' ہے اِس کی تفصیل افعال کی بحث میں آئے گی۔

مفعول کی علامت لفظ 'کو' ہے لیکن بعض وقت 'سے' بھی آتا ہے جیسے اس سے ملاقات کی۔ اس سے کہو وغیرہ۔

اضافت کی علامت 'کا' ہے اور اس کی تبدیلی موئنث کے لئے 'کی' اور جمع کے واسطے 'کے' آتی ہے۔ اضافت سے مراد نسبت یا تعلق کا

ظاہر کرنا ہے۔ جس لفظ کا تعلق ظاہر کیا جائے اسے مضاف اور جس سے تعلق ظاہر کریں اس کو مضاف الیہ کہتے ہیں اور اس حالت کو حالت اضافی۔

اُردو میں قاعدہ یہ ہے کہ مضاف الیہ پہلے آتا ہے اور مضاف کو بعد میں لاتے ہیں جیسے:

گھر	کا	احمد
مضاف	حرفِ اضافت	مضاف الیہ

اگرچہ شعر میں برعکس بھی آتا ہے یعنی "گھر احمد کا" لیکن بول چال میں ترتیب کو اس طرح بدلنا صحیح نہیں سمجھا جاتا۔

(خود کا کے معنی میں اردو میں 'اپنا' آتا ہے یعنی میں اپنے قلم سے لکھتا ہوں یعنی خود کے۔

اردو میں ظرف کے لیے کئی حرف مقرر ہیں جیسے سے، تک، میں، پر، ' اوپر، نیچے، آگے، پیچھے، اندر، باہر، طرف، پاس، دور، درمیان، دائیں، بائیں وغیرہ اور ان کی تفصیل حروف کی بحث میں بیان کی جائیگی۔

ندائی حالت: وہ ہے کہ جس سے پکارنا یا آواز دینا ظاہر ہو۔ اس کے لیے جو حرف آتے ہیں حرفِ ندا کہے جاتے ہیں اور یہ کئی ہیں، جیسے او، اے، ارے، اجی، جناب وغیرہ۔

واحد کو خطاب کرنے کے لیے لفظ صحیح کے آخر میں کبھی الف

اور کبھی 'یا' لاتے ہیں جیسے ساقیا اور خدایا اور جمع کے واسطے واو کا اضافہ کرتے ہیں جیسے دوستو، عزیزو وغیرہ۔

اسما میں حروفِ ندا کے اثر سے بھی تبدیلی ہوتی ہے جیسے لڑکے یعنی اے ایک لڑکے ۔۔۔ بندے یعنی اے ایک بندے وغیرہ۔

(ج) تصغیر و تکبیر

کسی چیز کو چھوٹا کرنا تصغیر ہے اور اس کے برعکس عمل ہو تو تکبیر ہے۔ معمولاً مذکر کو بڑا اور مونث کو چھوٹا تسلیم کیا گیا ہے۔ چنانچہ اردو میں تصغیر کی علامت 'ی' ہے اور تکبیر کی الف ۔۔۔ اسمِ تصغیر بنانے کے لیے حسبِ ذیل قاعدے ہیں:

(۱) لفظ صحیح کے بعد 'ی' کا اضافہ کرتے ہیں جیسے پہاڑ، پہاڑی، آم، آمی (= آمبی) پگڑ، پگڑی۔ لکڑ، لکڑی۔ گٹھر، گٹھری وغیرہ۔

(۲) جن لفظوں کے آخر میں الف ہو اُن میں الف کو 'ی' سے بدلتے ہیں جیسے گولا، گولی۔ رسّا، رسّی وغیرہ۔

(۳) بعض وقت الف آخر کی جگہ 'یا' لاتے ہیں جیسے ڈبّا، ڈبیا۔ کھٹولا، کھٹولیا۔ لوٹا، لوٹیا۔ گڈھا، گڑھیا وغیرہ۔

(۴) کبھی لفظ صحیح کے بعد یا۔ڑا۔ ڑی۔ چی۔ چہ۔ ک وغیرہ لاکر بھی اسم تصغیر بناتے ہیں جیسے بکس، بکسیا۔ مکھ، مکھڑا۔ پنکھ، پنکھڑی۔ پلنگ، پلنگڑی۔ صندوق، صندوقچی۔ باغ، باغیچہ۔ ڈھول، ڈھولک۔

مرد، مردک وغیرہ۔

اسمِ تصغیر سے کبھی تحقیر مقصود ہوتی ہے جیسے مَردک اور مَردوا۔ اور کبھی محبت کا اظہار مطلوب ہوتا ہے جیسے بھنیا وغیرہ۔

غیر محسوس اشیا کے ناموں اور اسمائے معرفہ سے عموماً اسمِ تصغیر نہیں بناتے ہیں۔

بڑے کا مفہوم پیدا کرنے کے لیے لفظ کے آخر میں آئی ہوئی یائے معروف کو الف سے بدل دیتے ہیں جیسے پگڑی پگڑا — اور بعض وقت 'ڑ' اور 'کڑ' کے اضافے سے بھی اسم تکبیر حاصل ہوتا ہے جیسے بوجھ، بوجھکڑ۔ اسی طور پر بات سے بتنگڑ بھی ہے۔

لفظ کے شروع میں بھی بعض کلمے لاکر اسمِ تکبیر بناتے ہیں جیسے شہ زور، شہتیر، شاہراہ، مہابلی، مہاراج، مہاکاج وغیرہ

(د) جنس

اردو میں کوئی اسم اپنے استعمال کے لحاظ سے یا تو مذکر ہوگا، یا مونث ہوگا اور اس کا مذکر ہونا یعنی تذکیر اور مونث ہونا یعنی تانیث دو طرح پر ہوگا یعنی ۱۔ حقیقی اور ۲۔ غیر حقیقی۔

تذکیر و تانیث حقیقی صرف جانداروں میں ہوتی ہے اور اس کی صورت یہ ہے کہ کسی نر کے اسم کے مقابلے میں اس کے مادہ کا اسم بھی مقرر ہو جیسے مرد، عورت۔ زن، شوہر۔ لڑکا، لڑکی وغیرہ —

اس بات کا امکان ہے کہ فی الاصل کسی جاندار کے نر اور مادہ الگ الگ موجود ہوں لیکن دونوں کے لیے الگ الگ لفظ مقرر نہ ہوں جیسے بلبل، طوطی، فاختہ وغیرہ ۔ ایسے اسما کی تذکیر و تانیث حقیقی نہیں ہوگی۔

غیر حقیقی تذکیر و تانیث بے جان چیزوں کی ہوتی ہے اور اس کی بھی دو صورتیں ہیں یعنی اگر اس کے لیے کوئی اصول یا قاعدہ مقرر ہے تو اسے قیاسی کہیں گے اور اگر کوئی قاعدہ معلوم نہیں ہوتا بلکہ صرف بزرگوں اور اہلِ علم کی زبان سے اُن اسما کو مذکر یا مونث سُنا ہے تو یہ سماعی ہے۔ جس طرح کسی لفظ کے معنی وہی مقرر ہیں کہ جو بزرگوں سے سُنے گئے اور اس کے خلاف کہنا درست نہیں اُسی طرح تذکیر و تانیث سماعی کا بھی حال ہے کہ اس کے خلاف بولنا صحیح نہیں ہو سکتا۔ البتہ جستجو کی جائے تو اس کے لیے بھی جواز مل سکتا ہے مثلاً پوتھی کے قیاس پر کتاب اور لگن کے قیاس پر محبت مونث ہیں اور اس سلسلے کی بحثیں اس موضوع سے متعلق کتابوں میں دیکھی جائیں۔

مذکر قیاسی : اردو میں عام طور سے الف علامتِ تذکیر ہے۔ چنانچہ ایسے بیشتر لفظ جن کے آخر میں الف ہو مذکر ہیں جیسے کپڑا، دریا، بھلا، ڈبا وغیرہ۔

غالباً عربی اور فارسی کے اثر سے اردو کے بعض لفظوں کو بھی جن کے آخر میں الف کی آواز موجود ہے 'ہ' کے ساتھ لکھنے لگے لیکن

چونکہ تلفظ میں الف آخر کشیدہ آتا ہے یعنی اسے کھینچ کر بولتے ہیں اس لئے "ہ" سے ان لفظوں کو لکھنا درست نہیں ہے ان کو الف آخر کے ساتھ لکھنا بہتر ہے۔ چنانچہ یہ سب بھی مذکر ہیں جیسے راجا، مہینا، پتا، ڈبّا وغیرہ۔

اردو میں تلفظ پر قیاس کر کے ایسے عربی اور فارسی کے لفظوں کو بھی عام طور سے ان لفظوں کے ساتھ قافیہ میں لاتے رہے ہیں جن کے آخر میں الف ہے اور چنانچہ مناسب یہ ہے کہ ان کو بھی الف ہی کے ساتھ لکھا جائے مثلاً ؎

قولِ آہِ شرر افشاں ہے کہ شعلا کیا ہے
آنکھیں کہتی ہیں دم گریہ کہ دریا کیا ہے

چنانچہ شعلا، تقاضا، زمانا، قصا وغیرہ الفاظ بھی مذکر آتے ہیں۔

عربی کے وہ لفظ جن کے آخر میں الف مقصورہ ہے اردو میں الف آخر کے ساتھ لکھے جاتے ہیں۔ چنانچہ یہ سب بھی مذکر ہیں جیسے معلّا، دعا۔ اقصا، اعلا وغیرہ

تذکیر و تانیث کے تعیّن میں ہمیشہ لفظ صحیح پر نظر کی جاتی ہے یعنی آخر لفظ میں جو الف زاید آئے اس کا اعتبار نہیں کیا جاتا چنانچہ چھڑیا (= چھڑی)، بڑھیا (= بوڑھی) اور کنیا (= کنّی) میں الف زاید ہے اور یہ سب لفظ مذکر نہیں ہو سکتے۔ یائے آخر کی وجہ سے کہ جو کلمہ کا جزوِ اصلی ہے یہ سب مونث ہیں۔

مونث قیاسی : جتنے لفظوں کے آخر میں 'ی' یعنی یائے معروف ہو بالعموم مونث ہوتے ہیں لیکن یہاں بھی یہ دیکھنا لازم ہے کہ یہ 'ی' کلمہ کا جزو اصلی ہو۔ چنانچہ پانی (اصل : پن جیسا پنگھٹ اور پن چکی میں ہے) اور ہاتھی (اصل : ہتھ جیسا کہ ہتھنی میں ہے) باوجود 'ی' کے مونث نہیں ہیں بلکہ مذکر ہیں۔ یہی معاملہ دہی، موتی، گھی، جی وغیرہ کا بھی ہے۔

اسی قاعدے کے مطابق جن لفظوں کے آخر میں یائے نسبتی ہو وہ بھی مذکر ہیں جیسے ہندوستانی، لالچی، افیونی وغیرہ۔

اسی طرح پیشہ وروں کے نام سب مذکر ہیں کیونکہ عام طور سے یہ مرد ہوتے ہیں۔ اِن میں بھی یائے آخر کا اعتبار نہیں کرتے جیسے :۔ بڑھئی، دھوبی، منشی، قاضی وغیرہ۔ ان کو مذکر حقیقی سمجھنا چاہیے۔ البتہ رنڈی، گوجری وغیرہ مونث حقیقی ہیں۔

اسمائے تصغیر جتنے ہیں سب مونث ہیں خواہ ان کے آخر میں الف ہو جیسے ٹھلیا، ڈبیا، امیا (انبیا۔ چھوٹا آم) وغیرہ۔ اسی طرح اسمائے تکبیر سب مذکر ہیں جیسے رسّا، گولا وغیرہ۔

عربی فارسی کے اکثر سہ حرفی لفظ جن کے آخر میں الف ہے مونث بولے جاتے ہیں جیسے غذا، دوا، ادا، بقا، فنا، رضا، بلا، صدا، قضا، جفا، دعا، سزا، صبا، جفا، قبا، عبا، جزا، ریا وغیرہ۔ اسی طرح اردو کے ایسے بہت سے لفظ بھی مونث ہیں جیسے گھٹا،

جٹا، کنٹھا، سبھا، گپھا وغیرہ۔

جن لفظوں کی تذکیر و تانیث متعین نہ ہو ان کو مذکر بولنا ہی بہتر ہے۔ چنانچہ مرغ اور ہرن مذکر آتے ہیں۔ دلا لحاظ اس کے نر کو مرغا اور ہرنا اور مادہ کو مرغی اور ہرنی کہتے ہیں۔

مونث بنانا: اردو میں علامت تانیث "ی" ہے اور جن مذکر لفظوں کے آخر میں "ی" ہو اُن سے مونث بنانے کے لیے نون غنہ لاتے ہیں اس طرح مونث بنانے کے لیے جن تین حرفوں کو کام میں لاتے ہیں وہ لفظ "انی" میں موجود ہیں۔ اس کی تفصیل اس طرح ہے:

(الف) جن لفظوں کے آخر میں علامت تذکیر یعنی الف (یا ہ) ہو، ان میں الف کو حذف کر کے درج ذیل کا اضافہ کریں:

ی کا جیسے بکرا، بکری۔ شاہزادہ، شاہزادی۔ بچہ، بچی۔

یا کا جیسے چوہا، چوہیا۔ کتا، کتیا۔ بوڑھا، بڑھیا۔

ن کا جیسے دولہا، دلھن۔ کونجڑا، کونجڑن۔ گوالا، گوالن۔ سقّا، سقّن۔

نی کا جیسے بنیا، بنینی۔ کسیرا، کسیرنی۔

(ب) جن لفظوں کے آخر میں "ی" ہو ان میں سے "ی" کو حذف کر کے حسب ذیل بڑھائیں:

ن ۔ دھوبی، دھوبن۔ بہشتی، بہشتن۔ بڑھئی، بڑھن۔

نی ۔ ہاتھی، ہتھنی

انی — کھتری، کھترانی

(ج) لفظ صحیح کے بعد یہ لائیں :

ی — برہمن، برہمنی - چمار، چماری

ن — نائی، نائن - چمار، چمارن - سونار، سونارن -

ین — بنیا، بنیاین

آین — پنڈت، پنڈتاین -

نی — مُلّا، مُلّانی - شیر، شیرنی - اونٹ، اونٹنی -

انی — مہتر، مہترانی - جیٹھ، جیٹھانی - دیور، دیورانی -

ان مختلف لاحقوں کے استعمال سے ایک لفظ کے لیے ایک سے زاید مونث بھی بن سکتے ہیں جیسے چماری، چمارن، چمارنی اور لوہاری، لوہارن، لوہارنی وغیرہ -

بعض وقت اسمِ خاص کی تانیث بھی بنا لیتے ہیں جیسے رحیم، رحیمن - نصیب، نصیبن وغیرہ -

عورتوں کے عرفی ناموں کے آخر میں واؤ مجہول آتا ہے جیسے کلّو، بلّو، رشّو، شبّو وغیرہ اور مردوں کے عرفی ناموں میں واو معروف جیسے کلّو، شنّو، للّو وغیرہ -

بعض کلیے : تذکیر و تانیث کے واسطے بعض کلیے بھی مقرر ہیں یعنی (الف) ذیل کے سب اسما مذکر آتے ہیں :

۱- خدائے پاک کے نام ۲- پیغمبروں کے نام

۳۔ فرشتوں کے نام　　　۴۔ مہینوں کے سب نام

۵۔ عاشق اور معشوق کے لیے جتنے القاب آتے ہیں سب مذکر بولے جاتے ہیں، خواہ اپنے اصلی معنوں میں وہ مونث ہی آتے ہوں۔

۶۔ جن لفظوں کے آخر میں یہ کلمات ہوں: آب، تاب، بند، دان، ستان، کدہ، سار، زار، پن، پنا، دار، بار وغیرہ جیسے تالاب، مہتاب، گلوبند، قلمدان، گلستان، بتکدہ، کہسار، گلزار، بانکپن، بچپنا، علمدار، رودبار وغیرہ۔

۷۔ بعض لفظ ایسے ہیں کہ ان کے مقابل کوئی لفظ مونث نہیں آتا جیسے باز، اُلّو، چغد، تیندوا، بھانڈ، بھڑوا، ہیجڑا وغیرہ۔

(ب) ذیل کے سب اسما مونث بولے جاتے ہیں۔

۱۔ نمازوں کے سب نام　　　۲۔ آوازوں کے سب نام

۳۔ زبانوں کے سب نام　　　۴۔ کتابوں کے نام بجز قرآن پاک کے

۵۔ شراب کے سب نام بجز بادہ کے۔

۶۔ عروض کی بحروں کے نام

۷۔ گنجفہ کی آٹھوں بازیاں

۸۔ جن لفظوں کے آخر میں گاہ، ی، آس، آوٹ، آہٹ، ت، دیں بہ یائے معروف وغیرہ ہوں مونث آتے ہیں۔ جیسے شکارگاہ، شیرنی، پیاس، بناوٹ، گھبراہٹ، کروٹ پانچویں (بہ یائے معروف) وغیرہ۔

۹۔ بعض لفظ ایسے ہیں کہ ان کے مقابل کوئی لفظ مذکر نہیں ہے جیسے چمگادڑ، چیل، فاختہ، لومڑی، نیل گائے، چڑیل، رنڈی، ڈائن، بیوہ، سوت، سہاگن وغیرہ۔

(۵) تعداد

تحریر اور تقریر میں جب کوئی اسم آئیگا تو وہ واحد ہوگا یا جمع ہوگا۔ اگر وہ واحد ہے تو اس سے جمع بنانے کے لیے درج ذیل قاعدے مقرر ہیں:

جتنے اسمائے غیر متبدلہ ہیں خواہ وہ مذکر ہوں یا مونث جب ان کے بعد کوئی حرف معنوی آئے گا تو جمع بنانے کے لیے 'وں' کا اضافہ کرینگے جیسے آدمیوں نے عورتوں کو، کتابوں کا، قلموں سے میزوں پر، گھروں میں، مکانوں کی۔

جب اسمائے غیر متبدلہ کے بعد کوئی حرف نہ ہو اور اگر وہ مذکر ہیں تو جمع کی حالت میں بھی وہ بدستور رہینگے جیسے: چار مرد آئے، چھ آم خریدے، دو قلم بیچے ـــ لیکن اگر وہ مونث ہیں تو جمع بنانے کے لیے 'یں'، بڑھا ئینگے جیسے عورتیں بولیں، کتابیں چھپیں، میزیں بکیں۔

اگر اسمائے مونث کے آخر میں 'ی' ہے تو بھی جمع اسی قاعدے سے بنانا بہتر ہے یعنی لڑکی، لڑکیں۔ پگڑی، پگڑیں۔

— اکثر لوگ فارسی کے قاعدے کے بموجب 'ان' کے اضافے سے بھی جمع بناتے ہیں جیسے لڑکیاں، پگڑیاں۔ لیکن یہ طریقہ بہت حد تک جدید اردو میں متروک ہو چلا ہے اس لیے اس سے بچنا بہتر ہے۔

حالت ندائی میں تمام اسمائے غیر متبدلہ کے آخر میں واو مجہول کا اضافہ کرتے ہیں خواہ وہ مذکر ہوں یا مونث جیسے مردو۔ عورتو۔ لڑکیو۔ آدمیو۔

جتنے بھی مذکر اسمائے متبدلہ ہیں حالتِ جمع میں ان سب کے الف آخر حذف کر دیا جاتا ہے اور ان کے بعد اگر کوئی حرفِ معنوی ہو تو 'ون' کے اضافے سے جمع بناتے ہیں جیسے لڑکوں نے۔ بندروں سے۔ بھوکوں کو۔ کھانوں میں۔ مرغوں کا۔ ڈبّوں پر وغیرہ —— ورنہ محض یائے مجہول لاکر جمع بنا لیتے ہیں جیسے لڑکے آئے۔ پردے اٹھے — قصّے ہوئے۔ ایسے لفظوں میں حالت ندائی میں واو مجہول کا اضافہ کرتے ہیں جیسے لڑکو۔ بندرو۔ بھوکو۔

جتنے اسمائے متبدلہ مونث ہیں ان کی جمع کا طریقہ بھی وہی ہے جو اسمائے غیر متبدلہ مونث کا ہے یعنی دعائیں کیں، ٹوپییں سلیں۔

اسمائے عدد کی جمع بھی 'وں' ہی کے اضافے سے بنائی جاتی ہیں جیسے ہزاروں، سینکڑوں، دونوں وغیرہ۔

اردو میں عربی فارسی کے قاعدے سے بھی بہ کثرت اسما کی جمع بنائی جاتی ہیں جیسے ہزارہا۔ مفردات۔ مرکبات۔ طلبا۔ شرفا۔ طالبان۔

صاحبان، اشراف وغیرہ۔

بعض وقت ایسے لفظوں کی بھی اردو قاعدے سے جمع بنا لیتے ہیں جو عربی فارسی کے قاعدے سے جمع ہوتے ہیں جیسے اشعاروں، علماؤں، اشرافوں وغیرہ۔ یہ جمع الجمع ہے اور عام طور سے اسے قابلِ ترک تسلیم کیا گیا ہے لیکن بعض لفظ ایسے ہیں جو فی الاصل اگرچہ جمع ہیں اردو میں بطور واحد مروّج ہیں۔ مثلاً دیہات ـــــ ایسے لفظوں کی جمع اردو قاعدے سے بنا لینا غالباً خلافِ روزمرّہ نہیں ہے یعنی دیہاتوں لکھنا اور بولنا غلط العام کے تحت آسکتا ہے۔ اسی طرح ضمایر میں انھوں، جنھوں وغیرہ اگرچہ جمع الجمع ہیں لیکن ان کو درست تسلیم کر لیا جا چکا ہے اور اس کے خلاف بولنا درست نہیں یعنی انھوں نے کی جگہ ان نے کہنا صحیح نہیں ہے۔

عام طور سے فعل کی حالت فاعل یا مفعول کی حالت سے مطابق ہوتی ہے۔ اس کی تفصیل اپنے موقع پر مذکور ہوگی۔

دوسرا باب

فعل کا بیان

فعلؔ وہ کلمہ ہے جو اپنے معنی کے اعتبار سے مستقل ہو اور جس میں تین زمانوں یعنی ماضی، حال یا مستقبل میں سے کوئی ایک پایا جاتا ہو۔

فعل کی قسمیں

فعل کے معنی ہیں حرکت، کام اور کردار کے اور کسی بھی فعل کے سرزد ہونے کے لیے اِن دونوں یا ان میں سے کسی ایک کا ہونا ضروری ہوتا ہے۔

(الف) فاعل یعنی کام کرنے والا جیسے غفار آیا یعنی آنے کا کام کیا غفار نے چنانچہ غفار فاعل اور آیا فعل ہے۔

(ب) مفعول یعنی وہ جو کیا گیا یا جس پر کوئی عمل سرزد ہوا جیسے اس نے سبق پڑھا یعنی پڑھنے کا کام ہوا سبق پر چنانچہ سبق مفعول ہوا۔

پڑھتا ہے	کتاب	غفار
فعل	مفعول	فاعل

اردو میں قاعدہ یہ ہے کہ سب سے پہلے فاعل، پھر مفعول اور سب سے آخر میں فعل آتا ہے۔ بعض حالتوں میں اس ترتیب کو بدل بھی سکتے ہیں لیکن عام طور سے بول چال میں ایسا کرنا مناسب نہیں ہے۔

فعل کی وہ حالت کہ جب فاعل معلوم ہو خواہ صراحت کے ساتھ مذکور ہو یا محض قرینے سے اس کا اظہار ہو، معروف کہلاتی ہے۔ یعنی جانی پہچانی۔ عام طور سے جملوں میں فعل معروف زیادہ آتا ہے جیسے

احتشام کل آیا تھا - آج چلا گیا

اس جملے کے دوسرے حصے یعنی 'آج چلا گیا' میں اگرچہ صراحت کے ساتھ فاعل کا ذکر نہیں کیا گیا ہے لیکن قرینے سے ظاہر ہے کہ فاعل احتشام ہی ہے

دوسری صورت وہ ہے کہ جب فاعل کا پتا نہ چلتا ہو اسے مجہول کہیں گے جیسے خط لکھا گیا ـــــ لیکن کس نے لکھا، یہ بات اس جملے سے معلوم نہیں ہوتی۔ اس باب میں پہلے افعال معروف کا ذکر کیا جائے گا اس کے بعد مجہول کا بیان ہوگا - البتہ مجہول کی پہچان یہ ہے کہ اس کے ساتھ ہر حال میں 'جانا' یا اس کا کوئی صیغہ ضرور شامل ہوگا۔

فعل اپنے معنی کے اعتبار سے تین طرح کے ہوتے ہیں یعنی :

(الف) وہ جو کسی چیز کے موجود ہونے کی خبر دیں۔ ان کو فعل ناقص کہتے ہیں۔ اِن کے ساتھ کسی فاعل یا مفعول کا ہونا لازم نہیں ہے۔ البتہ فاعل کی جگہ جو اسم یا ضمیر ہو اُسے مبتدا کہتے ہیں اور اس فعل کے واسطے سے جو بات معلوم ہو وہ خبر ہے جیسے

یہ	خط ہے	احمد	اچھا ہے
مبتدا	خبر	مبتدا	خبر

ناقص کہتے ہیں اُس چیز کو جس میں کچھ کمی ہو چنانچہ افعالِ ناقص کسی خبر کی تکمیل کے لیے کسی دوسرے کلمے کے محتاج ہوتے ہیں۔ دوسری بات

یہ ہے کہ فاعل کو فعل کے لیے لازم قرار دیا جاتا ہے اور یہ ایسے افعال ہیں کہ جو اپنی تکمیل کے لیے اس جزوِ لازم یعنی فاعل کے طلبگار نہیں ہوتے اس اعتبار سے بھی ان کو ناقص کہا جاتا ہے۔ یہ افعالِ ناقص دوسرے فعلوں کی مختلف حالتوں کے ساتھ آکر اُن کے صیغے بھی بناتے ہیں اِس لحاظ سے ان کی اہمیت بہت زیادہ ہوتی ہے۔ افعالِ ناقص یہ ہیں:

ہے - ہیں - ہو - ہوں (بہ واو مجہول)۔ ہوں (بہ واو معروف)

تھا - تھے - تھی - تھیں

ہوگا - ہونگے - ہونگی

(ب) جن فعلوں سے کسی کام کا کرنا معلوم ہو اِس طرح کہ انھیں مفعول کی ضرورت نہ ہو لازم ہیں۔ لازم کے معنی ہیں لگا ہوا، یا چمٹا ہوا۔ چنانچہ افعال لازم اپنے فاعل کے ساتھ چمٹے رہتے ہیں اور کسی مفعول کا مطالبہ نہیں کرتے۔ جیسے غفار آیا۔ احتشام گیا یعنی آنے کا کام کیا غفار نے اور جانے کا کام احتشام نے کیا۔

رونا، ہنسنا، سونا، جاگنا، آنا، جانا، چلنا، اُٹھنا، بیٹھنا وغیرہ سب افعال لازم ہیں۔

(ج) تیسری قسم افعال کی وہ ہے کہ جس سے کسی کام کا کیا جانا معلوم ہو جیسے اس نے خط پڑھا یعنی خط کے پڑھنے کا کام کیا گیا — اس نے کتاب کھولی یعنی کھولنے کا کام ہوا کتاب کے ساتھ — ایسے افعال کو متعدی کہتے ہیں۔ لغت میں متعدی اس کو کہتے ہیں جو حد

سے بڑھ جائے چنانچہ وہ فعل جو فاعل تک محدود نہ رہے بلکہ اس حد سے آگے بڑھ کر مفعول کا بھی تقاضا کرے متعدی ہے۔ افعال متعدی دو طرح کے ہوتے ہیں یعنی :

متعدی بہ نفسہٖ : وہ ہیں کہ جو خود متعدی اور جن کو بنانے کے لیے کسی علامت یا حرف زاید کے لانے کی ضرورت نہ ہو جیسے سمجھنا بوجھنا، سوجھنا، ڈھونڈنا وغیرہ۔

متعدی بالواسطہ : وہ ہیں کہ جن کو بنانے کے لیے کوئی حرف زاید لانا پڑا ہو۔ ان کی پھر تین صورتیں ہیں :

اول یہ کہ مصدر خواہ لازم ہو یا متعدی، اس کی علامت مصدر سے پہلے ان حرفوں کا اضافہ کریں :

ا (الف) کا جیسے بیٹھنا سے بٹھانا، سیکھنا سے سکھانا، پڑھنا سے پڑھانا۔

وا (واو، الف) کا جیسے بٹھوانا، کھلوانا، بنوانا،

لا (لام، الف) کا جیسے رولانا، بیٹھلانا۔

لوا (لام، واو، الف) کا جیسے بیٹھلوانا، رولوانا

ال (الف، لام) کا جیسے بیٹھالنا، سنبھالنا

دوم یہ کہ فعل کے حرف اول کی حرکت کو کھینچ کر تلفظ میں لائیں یعنی فتحہ (زبر) کی جگہ الف جیسے ٹلنا سے ٹالنا۔ مرنا سے مارنا ضمہ (پیش) کی جگہ واو جیسے کھُلنا سے کھولنا، رُکنا سے روکنا۔

اور کسرہ (زیر) کی جگہ ی جیسے پسنا سے پیسنا، لپنا سے لیپنا۔

سوم یہ کہ ایک حرف صحیح کو دوسرے حرفِ صحیح کے ساتھ بدلنا جیسے بِکنا، بیچنا۔ چھوٹنا، چھوڑنا۔ ٹوٹنا، توڑنا۔

افعالِ امدادی کی مدد سے بھی اکثر فعل لازم سے متعدی بنالیے جاتے ہیں، ان کا ذکر آگے کیا جائیگا۔

ان طریقوں پہ غور کریں تو معلوم ہوگا کہ اکثر فعلوں کے متعدی کئی کئی طرح بن سکتے ہیں مثلاً سکھانا، سِکھلانا، سِکھلوانا وغیرہ اور اس طرح متعدی کی۔ چاہے وہ بہ نفسہٖ ہو یا بالواسطہ تین قسمیں مقرر کی گئی ہیں یعنی:

متعدی بہ یک مفعول جیسے میں نے سبق پڑھا۔

متعدی بہ دو مفعول جیسے میں نے اس کو سبق پڑھایا

متعدی بہ سہ مفعول جیسے میں نے اس کو تم سے سبق پڑھوایا۔

بعض فعل ایسے ہیں کہ ان کی صورت متعدی کی جیسی ہوتی ہے لیکن دراصل وہ لازم ہوتے ہیں جیسے ہکلانا، سمانا، کمھلانا وغیرہ — اسی طرح بعض فعل صورت کے اعتبار سے لازم معلوم ہوتے ہیں لیکن دراصل وہ متعدی ہوتے ہیں جیسے نِگلنا، بدلنا، رگڑنا وغیرہ۔

بعض فعل ایسے بھی ہوتے ہیں کہ وہ متعدی اور لازم دونوں طرح سے آتے ہیں جیسے: وہ تلوے کو کھجلاتا ہے

اور ؎ مژدہ خارِ دشت پھر تلوا مرا کھجلائے ہے

پہلی مثال میں کھجلانا متعدی ہے اور دوسری میں لازم آیا ہے۔ اسی طرح سے کترانا کا حال ہے مثلاً: وہ کتراتا ہے —— لازم
اور: وہ بات کو کتراتا ہے —— متعدی

جتنے بھی افعال لازم ہیں سب ہمیشہ معروف آتے ہیں لیکن ان کے معنی کا نتیجہ متعدی مجہول کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے جیسے وہ آیا یعنی آنے کا کام کیا گیا اس کے ذریعہ سے۔

فعل

- لازم: جس کے لیے مفعول ضروری نہیں
- متعدی: جس کے لیے مفعول ضروری ہے
  - متعدی بالواسطہ
  - متعدی بہ نفسہ
    - متعدی بہ یک مفعول
    - متعدی بہ دو مفعول
    - متعدی بہ سہ مفعول
- ناقص: جس کے فاعل کی جگہ مبتدا ہو اور جس سے کوئی خبر معلوم ہو
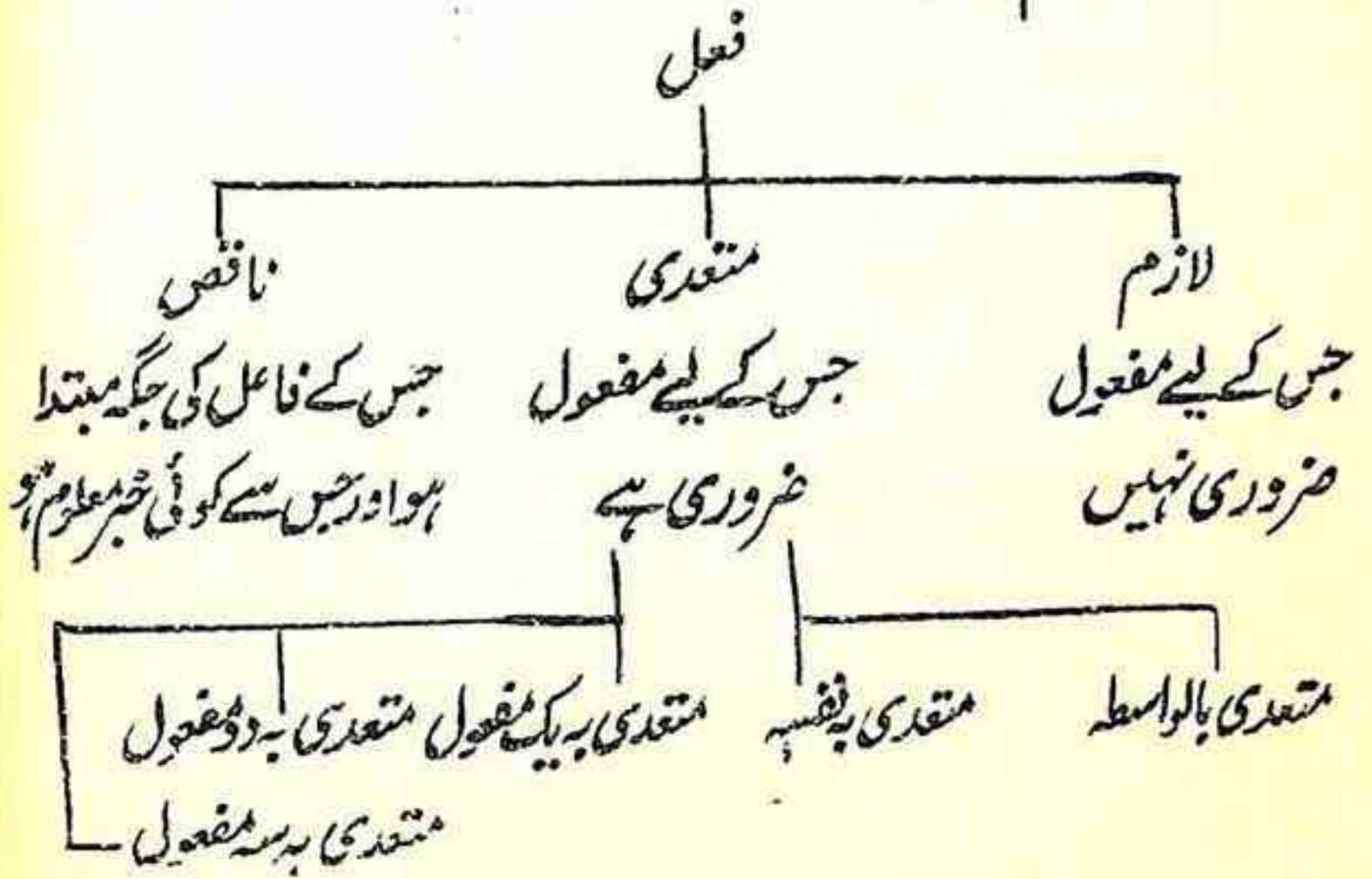
(ب) بناوٹ کے لحاظ سے

بناوٹ کے لحاظ سے افعال کی قسموں کا مجملاً ذکر اسم کے مصدر کے سلسلے میں کیا جا چکا ہے۔ یہاں قدرے تفصیل سے بیان کرنا مناسب ہے۔

وضعی یا اصلی: وہ افعال ہیں جو اپنی اصل اور وضع کے اعتبار سے ہندوستانی ہیں اور جن میں کوئی حرف زائد یا علامت شامل نہیں کی گئی ہے جیسے اُٹھنا۔ بیٹھنا — عام طور سے یہ امر واحد کے صیغے سے بنتے ہیں جیسے اُٹھ (امر) + نا = اُٹھنا۔

غیر وضعی: ان کو بعض قواعد نویسوں نے جعلی بھی کہا ہے لیکن یہ لفظ اصطلاح کے طور پر بہتر نہیں ہے۔ یہ عام وضع سے کسی قدر مختلف ہوتے ہیں اور کسی اسم یا فعل یا صفت سے بنائے جاتے ہیں خواہ وہ اردو کے ہوں یا کسی دوسری زبان کے۔

ان افعال غیر وضعی میں کہ جو کسی فعل سے بنتے ہیں محض علامت مصدری کا اضافہ کرنا کافی ہوتا ہے جیسے بدلنا، قبولنا، آزمانا، خریدنا، بخشنا وغیرہ۔

اس کے برخلاف اسما اور صفات سے فعل بنانے کے لیے علامت مصدر سے پہلے الف کا لانا بھی ضروری ہے جیسے فلمانا (فلم) پتھرانا (پتھر) گرمانا (گرم) دفنانا (دفن) ٹھکرانا (ٹھوکر)، کفنانا (کفن) وغیرہ — لیکن جن اسما کے آخر میں کسرہ یا 'ی' ہو ان میں علامت مصدر اور الف سے پہلے 'ی' کو قائم رکھتے ہیں جیسے ہتھیانا (ہتھ) پنیانا (پانی) وغیرہ۔

جتنے بھی افعال ہیں خواہ وضعی ہوں یا غیر وضعی دو طرح کے ہوتے ہیں یعنی:

مفرد : وہ کہ جو ایک لفظ پر مشتمل ہوں جیسے مارنا ، کاٹنا ، پتھرانا ، آزمانا ۔

اور مرکب : وہ کہ جو ایک سے زاید لفظوں سے بنے ہوں ان کو افعال ترکیبی بھی کہا گیا ہے ۔ ان کی بھی دو قسمیں کی گئی ہیں ۔

اول وہ کہ جن میں ایک جزو اسم یا صفت ہو اور دوسرا فعل جیسے :

(۱) اردو کے اسم اور صفت کے ساتھ : ڈگ بھرنا ، کان دھرنا ، ڈینگ مارنا ، موٹا ہونا ، بھلا لگنا ، بُرا کہنا ۔

(۲) فارسی اسم اور صفت کے ساتھ : دم لینا ، ستم توڑنا ، راہ دیکھنا ، گرم ہونا ، پسند آنا ، کمزور پڑنا ۔

(۳) عربی اسم اور صفت کے ساتھ : قہر ڈھانا ، یقین دلانا ، رئیس بننا ، مقصود پانا ، نادم کرنا ، تسلّی دینا ۔

(۴) انگریزی لفظ کے ساتھ : سینما جانا ، ڈکٹیشن دینا ، ڈراما لکھنا ، پوز دینا ۔

اور دوم وہ افعال کہ جن میں دونوں جز فعل ہوں ان کی چار صورتیں بیان کی گئی ہیں یعنی

(۱) پہلا جز امر ہو جیسے مار ڈالنا ، سو رہنا ، کاٹ لینا ، پٹک دینا ۔

(۲) پہلا جز صیغہ ماضی ہو جیسے چلا جانا ، ناچا کرنا ، چاہا جانا ، سمجھا لینا ۔

(۳) پہلا جز حالیہ ہو جیسے چلتا کرنا، بھاگتے بننا، پیتے رہنا، بولتے جانا، روتے پھرنا۔

(۴) پہلا جز مصدر ہو جیسے بولنے لگنا، جانے دینا۔

انگریزی کے لفظوں سے بھی الفاظ مرکب اس طور پر بنتے ہیں جیسے کٹنگ کروانا، ایکٹنگ کرنا۔

بعض وقت بات چیت میں یا شعر میں مرکب افعال کے اجزا کے مابین کوئی اور لفظ لے آتے ہیں مثلاً

لازم نہیں کہ چھوڑ مجھے یار جائے تو

یعنی مجھے چھوڑ جائے — ضرورتِ شعری سے اس صورت کے لیے شاید جواز پیش کیا جا سکے لیکن نثر میں اور بول چال میں یہ طریقہ کسی طرح مناسب نہیں معلوم ہوتا۔

فعل

وضعی یا اصلی	غیر وضعی
جیسے اٹھنا	جیسے آزمانا

فعل

مفرد
جو ایک لفظ پر مشتمل ہو

مرکب
جو ایک سے زائد لفظوں سے بنے

جن میں ایک جزو اسم یا صفت ہو اور دوسرا فعل

جن میں دونوں جزو فعل ہوں

یہ پہلا جزو امر ہو — یہ پہلا جزو ماضی ہو — یہ پہلا جزو حالیہ ہو — یہ پہلا جزو مصدر ہو
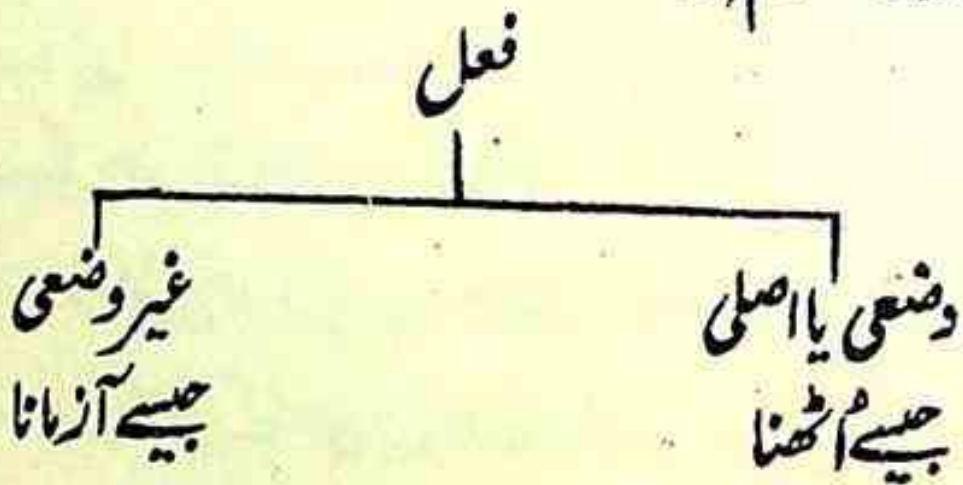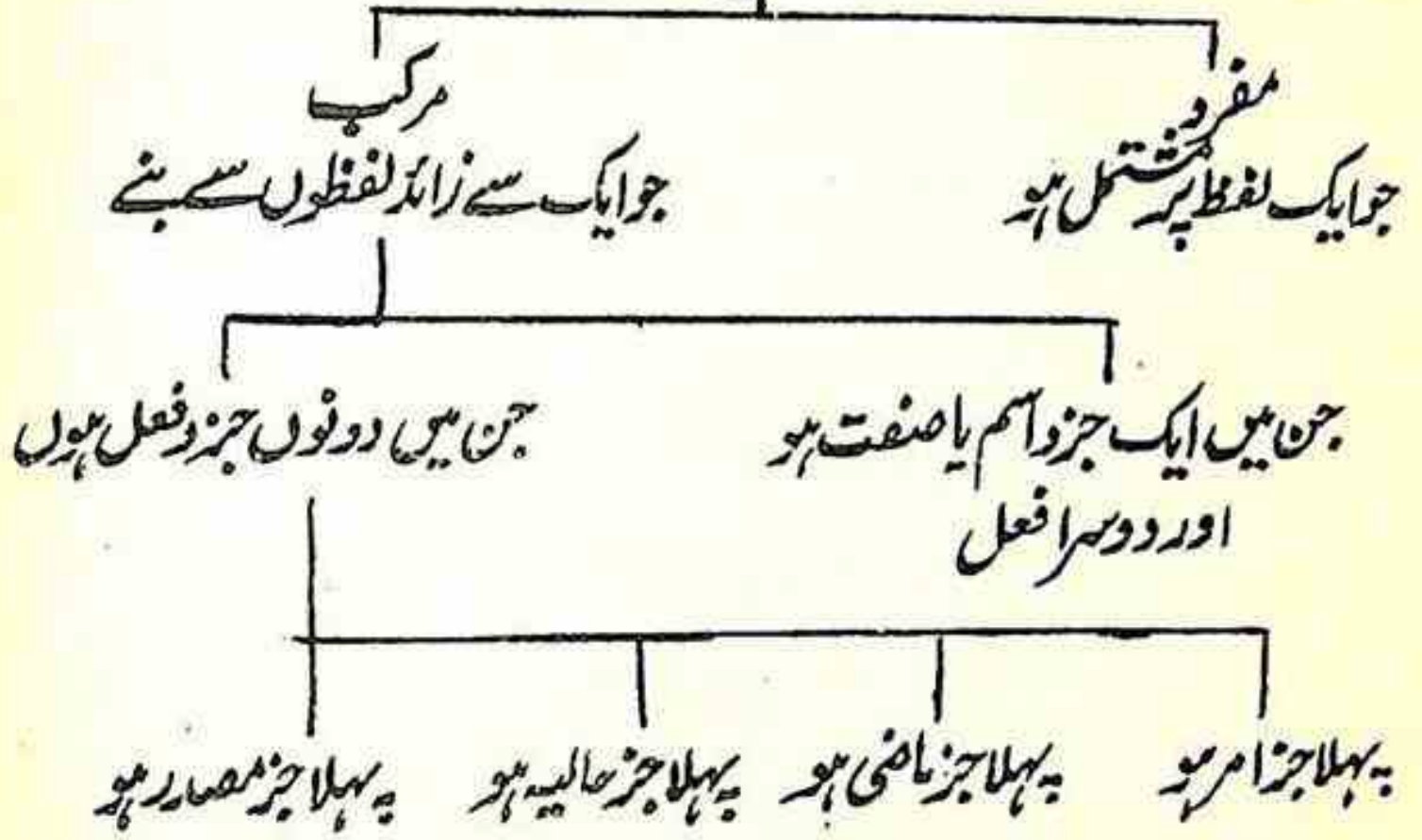
(ج) افعالِ امدادی

وہ افعال کہ جن کی مدد سے افعالِ مرکب بنائے جاتے ہیں افعالِ امدادی کہلاتے ہیں۔ یہ افعالِ امدادی فعلِ اصلی یا اس کے کسی جزو کے ساتھ شریک ہو کر بعض وقت اس کے مفہوم کی وضاحت کرتے ہیں اور کبھی بہت اہم نزاکتوں اور دلچسپ لطافتوں کا سبب بھی بنتے ہیں مثلاً:

(الف) فعل اصلی کے معنی میں زور اور قوت پیدا کرتے ہیں جیسے:

نکالنا سے نکال دینا نکال لینا نکال باہر کرنا

مارنا کی جگہ مار ڈالنا مار دینا مار لینا

جاننا کے بجائے جان لینا جان جانا

(ب) کام کی تکمیل کے لیے جیسے: کھا چکنا۔ پی لینا۔ بٹھا دینا۔

آگ آنا۔

(ج) کسی کام کے دفعتًا اور اچانک ہو جانے کے معنی کے لیے جیسے:
کہہ بیٹھنا۔ بول اُٹھنا۔ بہہ نکلنا۔ پھڑک جانا۔ جا پڑنا۔

(د) کام کے جاری رہنے یا عادت کے اظہار کے واسطے جیسے:
آیا کرنا۔ کھائے جانا۔ سوتے رہنا۔ گھومتے پھرنا۔

(ہ) بعض وقت بالکل نئے معنی بھی حاصل ہوتے ہیں جیسے:
پا جانا (= تاڑ جانا) کھو جانا (= محو ہو جانا) جاتا رہنا (= ضائع ہو جانا)۔
بیٹھ رہنا (= مایوس ہو جانا)

(و) کبھی مرادف، ہم آواز اور معنی کے اعتبار سے ملتے جلتے دو فعل لاکر یا ایک ہی فعل کے مشتقات کی تکرار سے بھی معنی میں زور، لطف، وضاحت یا نئی صورت پیدا ہو جاتی ہے جیسے کھا پی لینا۔ دیکھ بھال کرنا۔ نہلا دھلا دینا۔ سوچ ساچ لینا۔

اس طرح امدادی افعال کی بدولت زبانِ اردو نے بڑی وسعت، نزاکت اور لطافت حاصل کرلی ہے اور بے شمار مطالب اور مفاہیم کی ادائگی کے لیے ان پر انحصار کیا جاتا ہے۔ یہی نہیں بلکہ بعض تو ایسے ہیں کہ قواعد کی مختلف حالتیں انھیں کی مدد سے حاصل ہوتی ہیں مثلاً "جانا" کہ مجہول کے تمام صیغوں میں یہ یا اس کے صیغے شریک رہتے ہیں۔ اسی طرح رہنا اور اس کے صیغے ماضی، حال اور مستقبل کی ان حالتوں میں ضرور آتے ہیں جہاں کام کے جاری رہنے کا مذکور ہوتا ہے۔ اسی طرح

'ہونا' کا معاملہ ہے کہ اس کے صیغے حال اور قریب کی گردانوں میں شریک کیے جاتے ہیں۔ ان کی تفصیل اپنے موقع پر آئے گی۔

'کرنا' بھی فعلِ امدادی کی حیثیت سے آتا ہے۔ اس کے امرِ واحد یعنی 'کر' کو جب دو فعلوں کے درمیان لاتے ہیں تو حرفِ عطف کا کام کرتا ہے۔ اس کی تین صورتیں ہیں یعنی:

(الف) صرف ایک بار لائیں جیسے: کہہ کر چلا گیا

(ب) مکرر لائیں جیسے: سن کر کر چلا گیا

اور (ج) دوسرے 'کر' کی جگہ 'کے' لائیں جیسے: چلا کر کے کہا

لیکن آخرالذکر دو صورتیں جدید اردو میں متروک ہیں بلکہ اب لفظ 'کر' کی جگہ 'کے' بولتے ہیں جیسے: کہہ کے چلا گیا۔

افعال جب صرف میں آتے ہیں تو:-

(الف) ان میں سے بیشتر کی صورت بدستور قائم رہتی ہے۔ کوئی تبدیلی یعنی حرفوں کی کمی یا بیشی نہیں ہوتی۔ ان کو افعالِ صحیح کہتے ہیں جیسے: مارنا۔ کاٹنا۔ لکھنا۔ پڑھنا۔

(ب) بعض میں تبدیلی ہوتی ہے یعنی حرف کم یا بیش کیے جاتے ہیں ایسے افعال کو غیر صحیح کہتے ہیں جیسے سَمَجھنا کا ماضی سَمْجھا کہ اصل مصدر میں میم مفتوح تھا، ماضی میں ساکن ہو گیا۔ اسی طرح دُبکنا سے دُبکا۔

پھسلنا سے پھسلا۔ سَرکنا سے سَرکا۔ کھِچکنا سے کھِچکا۔ پگھلنا سے پگھلا۔ نِکلنا سے نِکلا وغیرہ کا معاملہ ہے۔ یہ تبدیلی بول چال میں سہولت کے لیے کثرتِ استعمال سے تسلیم کرلی گئی ہے اور اس کے خلاف بولنا صحیح نہیں۔

بعض فعل ایسے بھی ہیں کہ جن کو عام طور سے غیر صحیح سمجھا گیا ہے حالانکہ غور کریں تو اُن کا معاملہ مختلف معلوم ہوتا ہے مثلاً

'کیا'، کو 'کرنا'، کا ماضی کہتے ہیں حالانکہ 'کرنا' کا ماضی 'کرا' موجود ہے۔ البتہ جدید اردو میں 'کرنا' کا ماضی 'کرا' اور 'کیا'، کا مصدر دونوں متروک ہیں اور معنی میں وحدت کے سبب 'کیا'، کو 'کرنا'، کے ماضی کے طور پر صرف میں لاتے ہیں۔

'جانا'، سے ماضی 'جایا' ہے لیکن جدید اردو میں صرف بعض حالتوں میں اس کا استعمال باقی رہ گیا ہے مثلاً وہ جایا کرتا ہے وغیرہ قدیم اردو میں اسی طرح بھی بولتے تھے کہ: وہ جایا چاہتا ہے وغیرہ — لیکن عام طور سے 'جایا'، متروک ہے اس کی جگہ اسی معنی کا ایک دوسرا فعل 'گیا' مروّج ہے — اسے 'جایا'، کی تبدیل شدہ صورت ثابت کرنے کی کوشش غیر ضروری ہے۔ 'گیا'، کا مصدر اردو میں رائج نہیں ہوا۔

ہونا۔ سونا۔ رونا کے مضارع ایک واو زاید کے ساتھ آتے ہیں یعنی ہووے۔ سووے۔ رووے۔ جدید اردو میں دوسرا واو ترک

ہوا اور اس کی جگہ ہمزہ نے لے لی ہے چنانچہ ہوئے - روئے - سوئے ہیں - اسی طرح ان مصادر سے ماضی بنانے کے لیے مادۂ مصدر پر 'یا' کا اضافہ کرتے ہیں یعنی ہویا - سویا - رویا — قدیم اردو میں 'ہویا' کا استعمال ملتا ہے مثلاً ایسا ہویا چاہیئے - ایسا ہویا کرتا ہے وغیرہ البتہ جدید اردو میں تلفظ میں سہولت کے لیے 'ہویا' کی جگہ 'ہوا' آتا ہے۔ البتہ تانیث، اور جمع کی صورت میں ہوئی یا ہوئے کی جگہ ہوئی اور ہوئے لکھتے اور بولتے ہیں۔ ان میں ہمزہ قائم مقام ہے پہلے 'ی' کا۔

دینا اور لینا کا ماضی دیا اور لیا بہ کسرہ معروف آتا ہے جب کہ ان مصدروں میں یائے مجہول ہے - اس تبدیلی کے لیے بھی جواز مل جاتا ہے لیکن یہاں اس کی تفصیل مناسب نہیں ہے -

---

فعل کی حالتیں

(الف) علامتیں

"نے": فعل کا براہِ راست تعلق فاعل اور مفعول سے ہوتا ہے۔ اور فاعل وہ ہے جس سے فعل سرزد ہو اور فاعل کی علامت متعدی افعال کے ماضی مطلق، ماضی قریب، ماضی بعید، ماضی شرطیہ اور ماضی احتمالی کے صیغوں کے ساتھ فاعل کے بعد حرف "نے" کا لانا ہے جیسے: اس نے لکھا وغیرہ۔

قاعدہ ہے کہ جب کسی فعل متعدی کے ساتھ حالتِ ترکیبی میں کوئی فعل امدادی لازم آجائے تو "نے" نہیں لاتے جیسے وہ لکھ چکا۔ تم بھول گئے۔ وہ لے گیا۔ وغیرہ

اس کے برخلاف جب کوئی فعل لازم کسی فعل امدادی کے آجانے سے متعدی بن جائے تو "نے" لاتے ہیں جیسے: تم نے اس کو رونے دیا۔ اس نے مجھے سونے نہ دیا۔ میں نے اس کو جانے نہ دیا وغیرہ۔

لانا اور بھولنا ایسے افعالِ امدادی ہیں کہ ان کے ماضی کے ساتھ "نے" نہیں لاتے جیسے وہ کاغذ لایا۔ وہ سبق بھولا۔

ہارنا اور جیتنا کے ساتھ جب بازی یا شرط یا بات یا قول وغیرہ

مفعول کی حیثیت سے، فعل سے الگ آئیں تو اُن کے متعدی ہونے کی رعایت سے 'نے' لاتے ہیں جیسے اس نے قول ہارا۔ میں نے شرط جیتی۔ تم نے بازی جیتی۔ ہم نے بازی ہاری ـــ لیکن جب یہ الفاظ فعل کے جزو کی حیثیت سے آئیں یعنی قول ہارنا۔ بازی جیتنا۔ شرط ہارنا وغیرہ فعل مرکب ہوں تو ان کے ساتھ 'نے' نہیں لاتے جیسے وہ بازی جیتا۔ میں قول ہارا۔ تم شرط جیتے۔ وہ بات ہارا۔

'کو' : فعل متعدی کی تکمیل کے لیے جو لفظ آتا ہے اُسے مفعول کہتے ہیں۔ یہ مفعول جب کوئی اسمِ معرفہ ہوگا تو اس کے ساتھ علامتِ مفعول یعنی 'کو' لاتے ہیں جیسے : میں نے احمد کو مارا۔ اس نے محمود کو پکڑا۔

اِسی طرح جتنے اسمائے ضمیر، اسمائے اشارہ، اسمائے موصول اور اسمائے استفہام ہیں ان کے ساتھ بھی حالتِ مفعولی میں 'کو' لانا ضروری ہے کیونکہ یہ سب بھی اسمِ معرفہ کی قسمیں تسلیم کی گئی ہیں جیسے :

میں نے اس کو مارا   تم نے کس کو پیٹا

اسمائے ضمیر اور اسمائے موصول کے ساتھ حالتِ مفعولی میں صرف ان صورتوں میں 'کو' نہیں لاتے جب دوسری علامتِ مفعول یعنی 'ے' یا 'یں' موجود ہو یعنی اس کو کی جگہ اسے اور ہم کو کے بجائے ہمیں وغیرہ ہو۔ اس دوسری صورت میں 'کو' لانا تکرارِ بے جا ہے اور چنانچہ اس طرح بولنا غلط ہے مثلاً اسے کو۔ مجھے کو۔ ہمیں کو وغیرہ

جتنے اسمِ عام ہیں اگر ان سے پہلے اسم اشارہ 'یہ' اور 'وہ' لائے جا سکتے

ہوں تو ان کے بعد 'کو' نہیں آئے گا۔ اس کے برخلاف اگر کسی اسمِ عام سے پہلے یہ اور وہ نہ آسکے اور اس یا اُس مطلوب ہو تو اس کے بعد 'کو' کا لانا ضروری ہے مثلاً: میں نے نقشا دیکھا۔ میں نے نقشے کو دیکھا۔

جتنے اسما ہیں خواہ متبدلہ ہوں یا غیر متبدلہ، جمع ہوں یا واحد ان کے ساتھ حالتِ مفعولی میں 'کو' لانے یا نہ لانے کے لیے اس، ان یا وہ لاکر دیکھ لینا چاہیے مثلاً:

کتاب پڑھی گئی	کتاب کو پڑھا گیا
کتابیں دیکھی گئیں	کتابوں کو دیکھا گیا
نقشے دیکھے	نقشوں کو دیکھا

جب کسی فعلِ متعدی کے ساتھ دو مفعول ہوں تو پہلے مفعول کے ساتھ 'کو' نہیں لاتے صرف دوسرے کے ساتھ 'کو' لاتے ہیں جیسے:

اس نے مجھ کو قلم دیا

اس میں 'قلم' پہلا مفعول ہے کیونکہ فعل کا براہِ راست اثر اس پر مرتب ہو رہا ہے۔

کسی محاورے میں جب کوئی اسم آتا ہے تو اس کے ساتھ 'کو' لانا درست نہیں ہے۔ مثلاً کان کھولنا۔ تارے گننا۔ سر اٹھانا۔ جان دینا۔ وغیرہ کی جگہ کان کو کھولنا، تارے کو گننا۔ سر کو اٹھانا۔ جان کو دینا بولنا خلافِ محاورہ ہے۔ اسی طرح کان اینٹھنا۔ آنکھ ملانا۔ بات بنانا وغیرہ کا بھی معاملہ ہے۔ قاعدہ ہے کہ محاورے میں کسی لفظ کی کمی بیشی یا تبدیلی

جائز نہیں ہے۔

لفظ "کو" واسطے اور "کے لیے" کے معنی میں بھی آتا ہے جیسے سیر کو گئے یعنی سیر کے لیے۔

اسی طرح قیمت یا معاوضہ یا بدل کے معنی میں بھی "کو" آتا ہے جیسے: قلم کتنے کو دو گے یعنی کتنی قیمت میں۔

اکثر لفظ "کو" حذف بھی کر دیتے ہیں لیکن قرینے سے اس کا مفہوم ظاہر ہوتا ہے جیسے: وہ گھر گیا یعنی گھر کو۔

(ب) جنس و تعداد

تمام افعال متعدی ماضی مطلق، ماضی قریب، ماضی بعید اور ماضی احتمالی کے صیغوں میں جہاں فاعل کے ساتھ "نے" آتا ہے تذکیر و تانیث اور وحدت و جمعیت میں اپنے مفعول کی اتباع کرتے ہیں یعنی جو حالت مفعول کی ہوگی وہی فعل کی بھی ہوگی جیسے:

اس نے سبق پڑھا ہوگا — تم نے روٹی کھالی ہے

میں نے گھوڑے خریدے تھے — تو نے کتابیں پڑھیں

اسی طرح جب مفعول کے ساتھ علامتِ مفعولی یعنی "کو" موجود ہو تو فعل تذکیر و تانیث وغیرہ میں فاعل کے مطابق آئے گا جیسے:

احمد کتابوں کو لایا — محمودہ کپڑوں کو سیتی ہے

لڑکے اس چرخی کو دیکھیں گے — عورتیں مکان کو دیکھیں گی

اِن مثالوں سے اندازہ ہوتا ہے کہ علامتِ فاعلی (نے) اور علامتِ مفعولی (کو) فعل میں تبدیلی سے مانع ہوتے ہیں۔ چنانچہ جہاں یہ دونوں علامتیں موجود ہوں وہاں فعل فاعل اور مفعول دونوں کے اثر سے محفوظ رہے گا۔

جیسے: بلی نے چوہوں کو کھایا   لڑکوں نے بلی کو مارا

بلیوں نے خرگوش کو دوڑایا   آدمی نے مرغیوں کو پالا

اس کے برخلاف جہاں یہ دونوں علامتیں نہ آئیں وہاں فعل تذکیر و تانیث اور وحدت و جمع کے اعتبار سے اپنے فاعل کی اتباع کرے گا جیسے:

احمد کتاب لایا   محمودہ سبق پڑھتی ہے

لڑکے روٹی کھائیں گے   لڑکی کپڑے سی رہی تھی

حالتِ مجہولی کا معاملہ بھی اسی طور پر ہے یعنی اگر علامتِ مفعولی موجود ہوگی تو فعل میں تبدیلی نہ ہوگی جیسے:

کاغذات کو دیکھا گیا   کتابوں کو پڑھا گیا

لیکن جہاں یہ علامت نہ ہوگی فعل اپنے مفعول کی اتباع کرے گا جیسے:

کاغذات دیکھے گئے   کتابیں پڑھی گئیں

قلم خریدا   گواہی دی گئی

افعال کی تذکیر و تانیث اور وحدت و جمعیت کے لیے علامتیں ذیل کے نقشے سے ظاہر ہیں:

صیغہ	ضمیر	علامتِ فعل	مثال
واحد مذکر	وہ - تو - میں	الف	آیا - بولا
واحد مونث	ایضاً	ی	آئی - بولی
جمع مذکر	وہ تم ہم	ے	آئے - بولے
جمع مونث	ایضاً	یں	آئیں - بولیں

ہر قسم کے افعال میں خواہ وہ متعدی ہوں، لازم ہوں یا ناقص، یہ علامتیں جگہ پاتی ہیں البتہ 'ہے' کی مختلف صورتیں اِس طرح ہیں:

(وہ، تو) ہے۔ (وہ، ہم) ہیں۔ (تم) ہو۔ (میں) ہوں۔ مزید تفصیلات گردانوں کے ساتھ بیان کی جائیں گی۔

(ج) نفی

اردو میں نفی یا انکار کے لیے دو لفظ مقرر ہیں یعنی:

نہ اور نہیں

حسب ذیل صورتوں میں لفظ 'نہ' لایا جاتا ہے:

(۱) جب شرط یا خواہش کا اظہار ہو خواہ حرفِ شرط لایا جائے یا نہ لایا جائے جیسے: اگر وہ نہ آتا کاش وہ نہ سوتا

وہ نہ آتا تو اچھا تھا چاہے وہ پڑھے یا نہ پڑھے

جب کسی شرط کی جزا کی نفی مقصود ہو تو بھی 'نہ' ہی آئیگا جیسے:

تم کچھ کہو وہ نہ مانیگا اگر میں کہونگا تو وہ نہ پڑھیگا

(۲) جب شبہ یا امکان ظاہر کرنا مطلوب ہو تو فعل امدادی اور فعل اصلی کے مابین لفظ 'نہ' لائینگے جیسے:

اس نے پڑھ نہ لیا ہو۔ کوئی دیکھتا نہ ہو۔ وہ ناکام نہ ہو جائے۔

(۳) امر کی نفی اور تاکید کے واسطے 'نہ' کے علاوہ 'مت' بھی بولتے ہیں جیسے: نہ دیکھو۔ مت جاؤ۔ نہ مانو۔ مت سنو — لیکن لفظ 'مت' کا چلن اب کم ہو گیا ہے۔

(۴) ایک جگہ دو چیزوں یا باتوں کا ذکر اس طرح ہو کہ دونوں کی نفی مطلوب ہو تو دونوں جگہ 'نہ' لائینگے جیسے ع۔

نہ ہم سمجھے نہ آپ آئے کہیں سے

لیکن ایسے موقعوں پر بیشتر صرف ایک ہی جگہ حرفِ نفی کا لانا کافی سمجھا جاتا ہے۔ جیسے: تم آئے نہ میں گیا

تاکید اور زور پیدا کرنے کے لیے لفظ 'نا' الف کشیدہ کے ساتھ لاتے ہیں اور اس صورت میں یہ حرفِ انکار نہیں ہوتا جیسے:

اٹھو نا — یعنی اب اٹھ جاؤ۔ چلو نا — یعنی اب چلو بھی

اس صورت میں بھی 'نا' کے الف کی آواز کو خفیف کر کے 'نہ' بولتے ہیں جیسے: ع۔ آؤ نہ ہم بھی سیر کریں کوہِ طور کی

لفظ 'نہیں' انکار میں زور پیدا کرنے کے لئے لاتے ہیں اور اس سے 'نہ + ہی' کا مفہوم بھی لیا جاتا ہے جیسے:

بالآخر وہ نہیں آئے۔ تم نے کہنا نہیں مانا۔

زمانے اور گردان

فعل کی مختلف حالتیں بنانے کے لیے جن علامتوں اور افعالِ امدادی کا استعمال ہوتا ہے یہ ہیں:

(الف) 'ہے' — یہ زمانۂ حال یا قریب کی علامت ہے۔ اِس کے مختلف صیغے اس طرح ہیں: ہے۔ ہیں۔ ہو۔ ہوں

(ب) 'تھا' — زمانۂ بعید کی علامت ہے اور اس کے صیغے یہ ہیں: تھا۔ تھی۔ تھے۔ تھیں

(ج) 'گا' سے پہلے اگر یائے مجہول ہو تو یہ مستقبل کی علامت ہے جیسے: پڑھے گا۔ لکھے گا — اور اس کے مختلف صیغے اس طرح آئیں گے۔

(وہ، تو۔ مذکر) ے گا۔ (وہ، تو۔ مونث) ے گی

(وہ، ہم۔ مذکر) یں گے۔ (وہ — مونث) یں گی

(تم — مذکر) و گے۔ (تم — مونث) و گی

(میں — مذکر) وں گا۔ (میں — مونث) وں گی

جمع متکلم مونث کے لیے روزمرہ میں وہی صیغہ آتا ہے جو جمع متکلم مذکر کے واسطے ہے۔

لفظ 'گا' سے پہلے جب 'ہو' آئے تو یہ ماضی شکی کی علامت بن جاتا ہے اور مختلف صیغوں میں اِس کی صورت اس طرح آتی ہے:

(وہ، تو - مذکر) ہو گا - (وہ، تو - مونث) ہو گی
(وہ، تم، ہم - مذکر) ہونگے - (وہ، تم - مونث) ہونگی
(میں - مذکر) ہونگا - (میں - مونث) ہونگی

فعل امر کی اس صورت میں کہ جب کسی کام کے کیے جانے کی خواہش اور درخواست کا مفہوم بھی جھلکتا ہو اکثر 'گا' کا اضافہ کر دیتے ہیں جیسے: کہہ دیجیئے گا یعنی زمانہ آئندہ میں۔

(د) 'رہا' - تواتر اور کام کے جاری رہنے کو ظاہر کرتا ہے اور اس کے مختلف صیغے یہ ہیں: رہا، رہی - رہے - رہیں

(ھ) 'کرتا' - عادت اور کام کے اکثر کیے جانے پر دلالت کرتا ہے۔ اس کے صیغے یہ ہیں: کرتا - کرتی - کرتے - کرتیں

(و) 'نا' - دلالت کرتا ہے کیفیت اور حالت پر خواہ وہ فی الحال ہو یا رہی ہو زمانہ ماضی میں یا توقع ہو زمانہ مستقبل میں ہونے کی۔

مصدر کی علامت حذف کر دینے کے بعد جو کچھ بچتا ہے اُسے مادۂ مصدر کہنا چاہیئے جیسے آزمانا سے آزما، پڑھنا سے پڑھ۔ فعل کی مختلف حالتیں بنانے کے لیے مادۂ مصدر ہی کام میں آتا ہے۔ چنانچہ اردو کی قواعد میں اس کی اہمیت بنیادی ہے۔

کوئی بھی فعل تین زمانوں میں سے کسی ایک میں واقع ہوتا ہے یعنی

زمانۂ ماضی میں — کہ جو گذر چکا ہے
زمانۂ حال میں — کہ جو موجود ہے۔
اور زمانۂ مستقبل میں — کہ جو آنے والا ہے۔

وضاحت اور تفہیم میں سہولت کے لیے ان میں سے ہر زمانے کی مزید تقسیم کر لی گئی ہے۔ یہ تقسیم ہر زبان کے محاورے اور مزاج کے مطابق الگ الگ ہوتی ہے۔ چنانچہ اردو میں فارسی یا عربی کی اتباع لازم نہیں ہے

ماضی کی قسمیں

فارسی میں ماضی کی قسمیں چھ مقرر ہیں لیکن اردو کی بول چال پر غور کریں تو یہاں تعداد مختلف معلوم ہوتی ہے اور وہ اس طرح ہے:

(الف) **ماضی مطلق**: وہ ہے کہ جس میں صراحت کے ساتھ یہ معلوم نہ ہو کہ فعل زمانۂ قریب میں واقع ہوا یا بعید میں ختم ہو چکا یا اس کا سلسلہ جاری ہے وغیرہ۔ اس کے بنانے کا طریقہ یہ ہے کہ

(۱) جس مادۂ مصدر کے آخر میں الف یا واو ہو اس میں ماضی مطلق بنانے کے لیے 'یا' (یعنی ی اور الف) کا اضافہ کرتے ہیں جیسے: آزمایا۔ پتھرایا۔ رُلایا اور سمویا، رویا، دھویا، پرویا، ڈبویا۔

(۲) باقی تمام مادۂ مصدر سے ماضی بنانے کے واسطے صرف الف زیادہ کرتے ہیں جیسے پڑھا۔ لکھا۔ چلا۔ ہنسا۔ مارا۔ بدلا۔ خریدا۔ بخشا وغیرہ۔

ماضی مطلق کے مختلف صیغے بنانے میں صرف الف آخر تبدیل ہوتا رہتا ہے۔ چنانچہ ذیل کے نقشہ سے ظاہر ہے:

	غائب		حاضر		متکلّم	
	واحد	جمع	واحد	جمع	واحد	جمع
مذکر	اس نے لکھا وہ آیا	انھوں نے لکھا وہ آئے	تو نے لکھا تو آیا	تم نے لکھا تم آئے	میں نے لکھا میں آیا	ہم نے لکھا ہم آئے
مونث	وہ آئی	وہ آئیں	تو آئی	تم آئیں	میں آئی	ہم آئے

(ب) **ماضی قریب**: مولوی عبدالحق مرحوم نے غالبًا انگریزی کی اتباع میں اس کو "حال تمام" کہا ہے لیکن چونکہ ماضی مطلق ہی کے صیغوں پر لفظ 'ہے'، وغیرہ کے اضافے سے اس کے صیغے بنائے جاتے ہیں اسے ماضی قریب کہنا ہی زیادہ مناسب معلوم ہوتا ہے اور واقعہ بھی یہ ہے کہ اس میں اس زمانے کا اظہار ہوتا ہے جو گذر چکا ہے لیکن ابھی وہ دُور کی بات نہیں ہے۔

(ج) **ماضی بعید**: اس سے مراد وہ زمانہ ہے جو بہت پہلے گذر چکا ہے۔ اس کی علامت 'تھا'، وغیرہ ہے۔

(د) **ماضی شکّی**: وہ ہے کہ جس میں کام کے ہونے یا نہ ہونے دونوں صورتوں کا اظہار ہو بلکہ ہونے پر شک پایا جاتا ہے اور اس اعتبار سے کسی قدر نفی کا پہلو بھی ماضی شکّی کے افعال سے نکلتا ہے۔ ان کی علامت

ہوگا، اور اس کے مختلف صیغے ہیں۔

(۵) ماضی شرطیہ: وہ ہے کہ جس میں کسی شرط کے ساتھ کام کا ہونا معلوم ہو اور ایسے افعال شرط کی جزا بھی طلب کرتے ہیں جیسے اگر اس نے پڑھا ہوتا تو کامیاب ہوتا ــــ اس کی علامت کے طور پر ہوتا، ہوتے وغیرہ آتے ہیں۔

ایک صورت یہ بھی ہے کہ مادہ مصدر پر صرف 'تا' کا اضافہ کریں جیسے اگر وہ آتا۔ معنی کے اعتبار سے یہ بھی ماضی شرطی ہی ہے۔

(۶) ماضی تمنائی: اردو میں ماضی تمنائی کو الگ کرنا مناسب ہے۔ اس میں امکان، توقع اور خواہش کا پتہ چلتا ہے اور یہ ماضی شکیہ اور ماضی شرطی کے درمیان کی صورت ہے۔ اس کی علامت کے طور پر لفظ 'ہو' اور اس کے صیغے لائے جاتے ہیں جیسے:

کاش کہ وہ آیا ہو — خدا کرے کہ اس نے پڑھا ہو

ممکن ہے میں نے لکھا ہو — توقع ہے کہ وہ گیا ہو

ماضی کی ان سب صورتوں کی گردانیں ذیل میں دی جاتی ہیں:

		غائب		حاضر		متکلم	
		واحد	جمع	واحد	جمع	واحد	جمع
ماضی قریب	مذکر	وہ آیا ہے اس نے پڑھا ہے	وہ آئے ہیں انھوں نے پڑھا ہے	تو آیا ہے تو نے پڑھا ہے	تم آئے ہو تم نے پڑھا ہے	میں آیا ہوں میں نے پڑھا ہے	ہم آئے ہیں ہم نے پڑھا ہے
	مؤنث	وہ آئی ہے	وہ آئی ہیں	تو آئی ہے	تم آئی ہو	میں آئی ہوں	ہم آئے ہیں
ماضی بعید	مذکر	وہ آیا تھا اس نے پڑھا تھا	وہ آئے تھے انھوں نے پڑھا تھا	تو آیا تھا تو نے پڑھا تھا	تم آئے تھے تم نے پڑھا تھا	میں آیا تھا میں نے پڑھا تھا	ہم آئے تھے ہم نے پڑھا تھا
	مؤنث	وہ آئی تھی	وہ آئی تھیں	تو آئی تھی	تم آئی تھیں	میں آئی تھی	ہم آئے تھے
ماضی شکیہ	مذکر	وہ آیا ہوگا اس نے پڑھا ہوگا	وہ آئے ہونگے انھوں نے پڑھا ہوگا	تو آیا ہوگا تو نے پڑھا ہوگا	تم آئے ہوگے تم نے پڑھا ہوگا	میں آیا ہونگا میں نے پڑھا ہوگا	ہم آئے ہونگے ہم نے پڑھا ہوگا
	مؤنث	وہ آئی ہوگی	وہ آئی ہونگی	تو آئی ہوگی	تم آئی ہوگی	میں آئی ہونگی	ہم آئے ہونگے
ماضی شرطیہ	مذکر	وہ آیا ہوتا وہ آتا اس نے پڑھا ہوتا	وہ آئے ہوتے وہ آتے انھوں نے پڑھا ہوتا	تو آیا ہوتا تو آتا تو نے پڑھا ہوتا	تم آئے ہوتے تم آتے تم نے پڑھا ہوتا	میں آیا ہوتا میں آتا میں نے پڑھا ہوتا	ہم آئے ہوتے ہم آتے ہم نے پڑھا ہوتا
	مؤنث	وہ آئی ہوتی	وہ آئی ہوتیں	تو آئی ہوتی	تم آئی ہوتیں	میں آئی ہوتی	ہم آئے ہوتے
ماضی تمنائی	مذکر	وہ آیا ہو اس نے پڑھا ہو	وہ آئے ہوں انھوں نے پڑھا ہو	تو آیا ہو تو نے پڑھا ہو	تم آئے ہو تم نے پڑھا ہو	میں آیا ہوں میں نے پڑھا ہو	ہم آئے ہوں ہم نے پڑھا ہو
	مؤنث	وہ آئی ہو	وہ آئی ہوں	تو آئی ہو	تم آئی ہوں	میں آئی ہوں	ہم آئے ہوں

یہاں تک ماضی کی جو صورتیں بیان کی گئی ہیں ان کے علاوہ بھی اردو

میں بعض شکلیں آتی ہیں اور وہ دو طرح پر ہیں یعنی :

ماضی تمام : وہ ہے کہ جب کام کا مکمل ہونا معلوم ہو۔ اس کی علامت "چکا" ہے۔ اس کی وہی چھ صورتیں ہیں کہ جو بیان ہوئیں یعنی :

وہ پڑھ چکا	وہ پڑھ چکا ہے
وہ پڑھ چکا تھا	وہ پڑھ چکا ہوگا
وہ پڑھ چکا ہوتا	وہ پڑھ چکا ہو

اسی طور پر "سکا" کے ساتھ بھی ماضی کی یہی چھ صورتیں آتی ہیں۔

ماضی ناتمام : دو طرح کا ہو سکتا ہے اول وہ کہ جب عادت معلوم ہو کہ کام اکثر عمل میں آتا ہو جیسے :

وہ آتا تھا یعنی آیا کرتا تھا

دوسرے وہ جب کام کے جاری رہنے کا مذکور ہو۔ اس کی یہ شکلیں ہیں یعنی :

وہ آرہا تھا	اور	وہ آتا رہا تھا
وہ آتا رہا ہوگا	اور	وہ آرہا ہوتا
وہ آتا رہا ہو		

حال کی قسمیں

ماضی کی طرح اردو میں فعل حال کی بھی چند قسمیں آتی ہیں۔ ان کی گردان بعینہ اُسی طرح ہے جیسے ماضی کی اِس لیے یہاں صرف نام اور مثال

دینے پر اکتفا کرتے ہیں:

حال مطلق۔ ماضی قریب کی طرح ہے جیسے: وہ آتا ہے

حال شکّی۔ جیسے: وہ آتا ہوگا۔

حال شرطیہ وتمنّائی۔ جیسے: وہ آتا ہو۔

حال نا تمام۔ جب عادت کے اظہار کے لیے ہو تو یہ صورت ہے جیسے: وہ آیا کرتا ہے۔

اور جب کام کے جاری رہنے کا ذکر مطلوب ہو تو یہ چند شکلیں آتی ہیں جیسے:

وہ آرہا ہے　　وہ آتا رہا ہے

وہ آرہا ہوگا　　وہ آرہا ہو

امر

امر کام یا حکم کو کہتے ہیں۔ اور حکم براہِ راست صرف حاضر کے لیے ہوتا ہے لیکن بالواسطہ حکم غائب کو بھی دیا جاتا ہے۔ متکلم صرف اجازت طلب کرتا ہے۔ یا درخواست کرتا ہے اس طرح امر کے چھ صیغے مختلف طور پر بنتے ہیں۔

اردو میں مادۂ مصدر یعنی مصدر سے اس کی علامت حذف کر دینے کے بعد جو کچھ باقی رہتا ہے امر کا صیغہ واحد حاضر ہوتا ہے۔ جمع بنانے کے لئے اس پر واو کا اضافہ کرتے ہیں۔ یعنی بیٹھ ۔ بیٹھو

غائب کے صیغے بنانے کے لیے واحد کی علامت "ے"، اور جمع کی "یں" ہے یعنی: بیٹھے - بیٹھیں

اور متکلم کے واسطے واحد کی علامت "وں" (واو معروف) اور جمع کی "یں" آتی ہے یعنی: بیٹھوں - بیٹھیں

مونث کے لیے بھی یہ صیغے اسی طور پر آتے ہیں۔

جمع حاضر کے لیے احترام کے واسطے عام طور سے دو "یے" یعنی "یے" لاتے ہیں جیسے بیٹھیے، لکھیے

اور جب واحد حاضر کے صیغے میں آخری حرف ی (یعنی یائے معروف) ہو تو "جیے" کا اضافہ کرتے ہیں جیسے: دیجیے، کیجیے وغیرہ

جب درخواست یا خواہش کے اظہار میں زور پیدا کرنا مطلوب ہوتا ہے تو "گا" کا اضافہ بھی کر لیتے ہیں جیسے بیٹھیے گا - پیجیے گا۔

بعض وقت خود مصدر بھی امر کے معنی میں آتا ہے جیسے سلام کہنا خیریت لکھنا۔

امر کے صیغوں میں عام طور سے فاعل مذکور نہیں ہوتا۔

مضارع

لغت میں مضارع شریک ہونے اور مانند ہونے کے معنی میں آتا ہے۔ قواعد میں مضارع فعل کی وہ حالت ہے جس سے حال اور مستقبل دونوں کی کیفیتیں کم و بیش ظاہر ہوں۔

ماضی مطلق کے صیغہ جمع غائب کو مضارع کا صیغہ سمجھنا چاہیئے دلچسپ بات یہ ہے کہ یہی صیغہ امر واحد غائب کے لیے بھی آتا ہے۔ ماضی سے ان کو ممیز کرنا تو آسان ہے کیونکہ وہاں یہ جمع کا صیغہ ہے البتہ امر سے الگ کرنے کے لیے محلِ استعمال پر نظر کرنی ہوگی۔ مضارع اور امر کے بعض دوسرے صیغوں کا بھی یہی معاملہ ہے۔ مضارع کے صیغے یہ ہیں:

واحد: وہ بیٹھے　　تو بیٹھے　　میں بیٹھوں

جمع: وہ بیٹھیں　　تم بیٹھو　　ہم بیٹھیں

اردو میں شرط، افسوس، تعجب، تمنّا اور اجازت وغیرہ کے لیے مضارع کے صیغے آتے ہیں جیسے: اگر وہ آئے　　جیسا آپ فرمائیں

وہ مارا مارا پھرے　　کہوں یا نہ کہوں

مستقبل

مستقبل زمانۂ آئندہ کو کہتے ہیں۔ اس کی علامت لفظ 'گا' سے پہلے یائے مجہول ہے۔ اردو میں مستقبل کی دو قسمیں آتی ہیں یعنی:

مستقبل مطلق: وہ ہے کہ جب کسی کام کا زمانہ آئندہ میں ہونا معلوم ہو اس کے بنانے کے لیے مضارع کے صیغے کام میں لائے جاتے ہیں۔

مستقبل استمراری: وہ ہے کہ جس میں کام کا زمانہ آئندہ میں جاری رہنا مذکور ہو۔ اس کو بنانے کے واسطے ماضی شرطیہ کے صیغوں کے ساتھ 'رہے'، 'رہیں' وغیرہ ملا کر لاتے ہیں گردان اس طرح ہوگی:

		غائب		حاضر		متکلم	
		واحد	جمع	واحد	جمع	واحد	جمع
مستقبل مطلق	مذکر	وہ آئے گا	وہ آئینگے	تو آئیگا	تم آؤ گے	میں آؤنگا	ہم آئینگے
	مؤنث	وہ آئیگی	وہ آئینگی	تو آئیگی	تم آؤ گی	میں آؤنگی	ہم آئینگے
مستقبل استمراری	مذکر	وہ آتا رہیگا	وہ آتے رہینگے	تو آتا رہیگا	تم آتے رہوگے	میں آتا رہونگا	ہم آتے رہینگے
	مؤنث	وہ آتی رہیگی	وہ آتی رہینگی	تو آتی رہیگی	تم آتی رہوگی	میں آتی رہونگی	ہم آتے رہینگے

فعل ماضی سے بھی شرط کی حالت میں مستقبل کے معنی حاصل ہوتے ہیں۔
جیسے: اگر اس نے پڑھا یعنی زمانۂ آئندہ میں۔

اسی طرح لفظ 'والا'، جب مصدر کے بعد آتا ہے تو اس سے مستقبل کا مفہوم پیدا ہوتا ہے جیسے: اب وہ کہاں آنے والا ہے۔
اب میں آنے والا نہیں ہوں۔

جب جملہ مرکب کے پہلے جز میں فعل ماضی ہو اور دوسرے میں مستقبل تو ایسی صورت میں علامت مستقبل حذف کر دیتے ہیں۔ جیسے:
ایسا کبھی ہُوا ہے جو اَب ہو — اور — یہ نہ ہُوا ہے نہ ہو۔ یعنی ہوگا۔

یہاں تک افعال مثبت کی حالتیں بیان کی گئی ہیں۔ نفی کے لیے اردو میں الگ سے صیغے مقرر نہیں ہیں بلکہ ان سب حالتوں میں 'نہ' اور 'نہیں'، شامل کر کے انکار کے معنی پیدا کر لیتے ہیں۔ جیسے:
وہ نہیں آیا   تم نہیں جاؤ گے۔

کلام میں زور پیدا کرنے کے لیے 'نہ' اور 'نہیں' کو بعد میں بھی لے آتے ہیں۔
جیسے: یہ وہاں جاتا نہیں ہے کاش وہ آیا نہ ہوتا۔

فعل میں بعض مجازوں کا بیان

فعل کی ایک حالت کے بیان سے مجازاً دوسری حالت کا مفہوم پیدا ہوتا ہے اور یہ وہ خصوصیت ہے جس سے بیان میں لطف پیدا ہو جاتا ہے۔ ان میں سے صرف چند کا ذکر کیا جاتا ہے۔

ماضی کے صیغے بعض وقت حال یا مستقبل قریب کے معنی میں آتے ہیں جیسے جب کوئی بلائے تو جواب میں کہیں کہ ابھی آیا۔ یعنی ابھی آؤنگا یا ابھی آتا ہوں۔

اسی طرح سلسلۂ بیان میں حال کے افعال ماضی کے معنی میں بھی لائے جاتے ہیں جیسے کوئی بیان کرے کہ خواب میں دیکھتا ہوں کہ ایک محل ہے، یعنی خواب میں دیکھا۔

جب مصدر یا ماضی کے بعد والا اور چاہتا ہے لائیں تو اس سے مستقبل کا مفہوم پیدا ہوتا ہے جیسے آنے والا ہے۔ آنا چاہتا ہے۔ آیا چاہتا ہے۔

فعل کی تکرار سے تاکید اور کثرت کے معنی حاصل ہوتے ہیں جیسے دیکھ دیکھ کر۔ سُنا سُنا کر۔ روتے روتے۔

امر کا صیغہ جو جمع حاضر کے لیے ہے بعض وقت متکلم اپنے لیے بھی

لاتا ہے اور اس سے خواہش کا پتا چلتا ہے جیسے ع

رہیے اب ایسی جگہ چل کر جہاں کوئی نہ ہو

مجہول

مجہول کے صیغے عام طور سے افعالِ لازم سے نہیں بنتے۔ صرف افعالِ متعدی سے مجہول کی حالت بنائی جاتی ہے اور اس کا قاعدہ یہ ہے کہ جو صیغہ بنانا ہو مصدر "جانا" سے اسی صیغے کو لے کر فعل اصلی کے ماضی مطلق معروف کے صیغہ واحد غائب کے بعد لے آئیں۔ گردان میں فعل اصلی میں بھی تانیث اور جمع کی حالت میں اسی طور پر تبدیلی ہوتی ہے جیسے جانا کے صیغوں میں۔ چنانچہ ماضی مطلق مجہول کے صیغے اس طرح ہیں:

واحد مذکر:	وہ لایا گیا	تو لایا گیا	میں لایا گیا
جمع مذکر:	وہ لائے گئے	تم لائے گئے	ہم لائے گئے
واحد مونث:	وہ لائی گئی	تو لائی گئی	میں لائی گئی
جمع مونث:	وہ لائی گئیں	تم لائی گئیں	ہم لائے گئے

ماضی مجہول کی قسمیں اس طرح ہیں:

وہ لایا گیا ہے	وہ لایا گیا تھا
وہ لایا گیا ہوگا	وہ لایا گیا ہوتا
وہ لایا گیا ہو	وہ لایا جاتا

اور: وہ لایا جاتا تھا

وہ لایا جا رہا تھا — وہ لایا جاتا رہا ہوگا

وہ لایا جا رہا ہوتا

حال مجہول کی مختلف قسموں کی مثالیں یہ ہیں:

وہ لایا جاتا ہے — وہ لایا جاتا ہوگا

وہ لایا جاتا ہو — وہ لایا جا رہا ہے

وہ لایا جاتا رہا ہے — وہ لایا جا رہا ہوگا

مستقبل مجہول کے صیغے یہ ہیں:

وہ لایا جائے گا — وہ لایا جاتا رہیگا

امر مجہول: تو لایا جائے — تم لائے جاؤ

آپ لائے جائیں

مضارع مجہول: وہ لایا جائے

بعض فعل بجائے خود مجہول ہوتے ہیں۔ چنانچہ ان کے مجہول بنانے کی ضرورت نہیں ہے جیسے: پٹنا (= پیٹا جانا) پٹنا (= پاٹا جانا) لُٹنا (= لوٹا جانا) تُلنا (= تولا جانا) کھلنا (= کھولا جانا) بنٹنا (= بانٹا جانا) چھڑنا (= چھیڑا جانا) چھدنا (= چھیدا جانا) بجنا (= بجایا جانا) سجنا (= سجایا جانا) کٹنا (= کاٹا جانا) سِلنا (= سیا جانا) لدنا (= لادا جانا) وغیرہ چنانچہ لڑکا پٹا، دروازہ کھلا، راگ چھڑا، تار بجا وغیرہ میں فعل کا ہونا ظاہر ہے لیکن

فاعل کا پتا نہیں۔

جانا فعل امدادی کی حیثیت سے معروف کے صیغوں میں بھی آتا ہے اور اُس صورت میں وہ علامتِ مجہولی سے مختلف ہوتا ہے کیونکہ وہاں اس کا فاعل معلوم ہوتا ہے جیسے:

احمد اُٹھ گیا — میں احمد فاعل ہے اور

احمد اُٹھایا گیا — میں فاعل نامعلوم ہے

اس طرح یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ جانا کے صیغوں کا ہونا یا نہ ہونا مجہول ہونے کی دلیل نہیں ہے بلکہ اصل شناخت فاعل کا ظاہر و موجود ہونا یا نہ ہونا ہے۔

تیسرا باب

حرف کا بیان

حرف ان لفظوں کو کہتے ہیں جو معنی کے لحاظ سے مکمل نہ ہوں اور اپنے معنی کے اظہار کے لیے دوسرے کے محتاج ہوں۔

حرف کی قسمیں

اپنی بناوٹ کے لحاظ سے حرف دو طرح کے ہوتے ہیں یعنی

مفرد اور مرکب

مفرد: وہ حرف ہیں کہ جب کسی اسم یا فعل کے ساتھ آتے ہیں تو اس کی حالت کو ظاہر کرتے ہیں اور اپنے معنی کے لیے مزید کسی حرف کے محتاج نہیں ہوتے ہیں جیسے: کا۔ کی۔ کے۔ نے۔ سے۔ میں۔ پر۔ کو وغیرہ۔

مرکب: وہ حرف ہیں جو ایک سے زائد حرفوں سے مل کر بنے ہوں یا اپنے معنی کی تکمیل کے لیے کسی دوسرے حرف یا اسم کے محتاج ہوں۔ اکثر اسمِ ظرف اور اسمِ اشارہ و مقدار اسی قسم کے تحت آتے ہیں۔ بعض یہ ہیں:

دھر سمت یا جگہ کے معنی میں آتا ہے اور اسمائے اشارہ سے مل کر سمت اور اشارے کا تعین کرتا ہے جیسے اِدھر یعنی اس طرف۔ (قریب کے لیے) اُدھر یعنی اُس طرف (دور کے لیے) کدھر یعنی کس طرف اور جدھر یعنی جس طرف۔ وِدھر اور تِدھر جدید اردو میں متروک ہیں۔

ہاں مقام اور محل کے معنی میں آتا ہے چنانچہ وہاں یعنی اُس جگہ،

یہاں یعنی اِس جگہ ، کہاں یعنی کس جگہ اور جہاں یعنی جس جگہ مستعمل ہیں۔ جدید اُردو میں تہاں مروّج نہیں ہے۔

وں طلب علّت کے اور کیفیت کے اظہار کے واسطے آتا ہے چنانچہ کیوں یعنی کس طرح ، یوں یعنی اِس طرح ، جیوں یعنی جس طرح میں ہے۔ جدید اردو میں ووں اور توں متروک ہے۔

سا حرفِ تشبیہ ہے چنانچہ ایسا ، ویسا ، کیسا ، جیسا میں ہے۔

تنا مقدار کے واسطے لاتے ہیں جیسے اِتنا۔ اُتنا ، جتنا ، کتنا ،

ب جب بعد میں آئے تو زمانہ پر دلالت کرتا ہے جیسے اب۔ کب۔ جب اور تب وغیرہ

ایسے اور حروف بھی ہیں جو اگرچہ بظاہر ایک ہیں لیکن دراصل ایک سے زاید حرفوں سے مرکّب ہیں۔ ان کے برخلاف بہت حرف ایسے ہیں کہ جو اپنے معنی کی تکمیل کے لیے دوسرے حرف کو بھی طلب کرتے ہیں جیسے اوپر ، نیچے ، طرف وغیرہ چنانچہ میز کے اوپر ، کرسی کے نیچے ، اس کی طرف۔

بعض وقت ایسے موقعوں پر جہاں دو حرف ایک ساتھ آنے چاہئیں ایک کو حذف کر دیتے ہیں جیسے داہنی طرف بمائی یعنی طرف کو اور وہ یار سمیت ہے یعنی یار کے سمیت وغیرہ

کبھی مرکب حرف بھی ایک اور حرف کا مطالبہ کرتے ہیں اور ان سے معنی میں زور یا وضاحت یا تاکید کا مفہوم پیدا ہوتا ہے جیسے:

صندوق کے اندر ہے   یا   چھت کے اوپر ہے وغیرہ

کبھی یہ حرف اپنے ماقبل آنے والی ضمیر کا جزو بھی بن جاتے ہیں۔ چنانچہ مجھے، تجھے سے مراد ہے مجھ کو تجھ کو اور میرا تیرا سے مجھ کا (= میں کا) اور تجھ کا (= تو کا) مراد ہوتا ہے۔ ایسے کلمات کے ساتھ کوئی حرف لاتے وقت بہت احتیاط کرنی چاہیئے یعنی مجھے کو، تجھے کو، میراکا، تیراکا، ادھر طرف، کدھر طرف وغیرہ لکھنا اور بولنا غلط ہے۔ کیونکہ ان صورتوں میں ایک معنی کے دو حرفوں کی تکرار کا عیب پیدا ہو جاتا ہے۔

معنی اور محلِ استعمال کے لحاظ سے بھی حرفوں کی چند قسمیں مقرر ہیں:

۱۔ **حرفِ ربط**: ربط تعلق اور واسطہ کو کہتے ہیں۔ وہ حرف جو ایک لفظ کا دوسرے کے ساتھ تعلق ظاہر کرے حرفِ ربط ہے۔ اِس ربط کے خیال سے کہ جو ان سے ظاہر ہوتا ہے ان کی مزید تقسیم کی گئی ہے مثلاً:

(الف) جن حرفوں سے اضافت کا تعلق قائم ہو حرفِ اضافت ہیں اور یہ مضاف اور مضاف الیہ کے مابین آتے ہیں۔ ان میں سے بعض ضمیر کے جزو کی حیثیت سے ان کے ساتھ شامل ہوتے ہیں جیسے نا۔ نی۔ نے۔ اپنا۔ اپنی۔ اپنے میں اور را، ری، رے۔ میرا، میری، میرے۔ تیرا، تیری، تیرے اور ہمارا، تمھارا وغیرہ میں۔ اور بعض الگ آتے ہیں یعنی کا، کی، کے جیسے اس کا، ان کی، ان کے وغیرہ ۔

حرفِ اضافت 'کی' کو فعل ماضی مونث 'کی' نہ سمجھنا چاہیئے جو اس جملہ میں ہے

میں نے بات کی — یعنی کری

بعض وقت والا بھی حرفِ اضافت کے طور پر آتا ہے جیسے میری والی دوات - آپ کا والا قلم اِس سے تخصیص اور زور کے معنی پیدا ہوتے ہیں۔

(ب) 'نے' علامت فاعل اور 'کو' علامتِ مفعول ہے اور ان کی تفصیل پہلے بیان کی جا چکی ہے۔

(ج) ظرف کے لیے مفرد حرف یہ ہیں۔ سے۔ تک۔ میں۔ پر۔ اور وہ حرف جو دوسرے حرف کی موجودگی بھی چاہتے ہیں کئی ہیں یعنی: اوپر، اندر، نیچے، باہر، بیچ، واسطے، درمیان، پہلے، بعد، آگے، پیچھے، دور، قریب، نزدیک، سامنے، پاس، دائیں، بائیں، برابر، قبل وغیرہ۔ جیسے دریا کے بیچ میں، میز کے اوپر، دائیں طرف، اس کے واسطے، ان کے ساتھ وغیرہ میں ہیں۔

'سے' ابتدا کے لیے اور 'تک' انتہا کے واسطے مقرر ہیں لیکن بعض وقت سے مفعول کی علامت کے طور پر آتا ہے جیسے مجھ سے کہو۔ اور کبھی دو چیزوں میں فرق ظاہر کرنے کے لیے جیسے اس سے بہتر، اور بعض وقت آلہ اور سبب کے معنی میں بھی آتا ہے۔ جیسے ان باتوں سے طبیعت بھر گئی اور تیر سے شکار کیا وغیرہ۔

بات چیت میں اکثر ان حرفوں کو حذف بھی کر دیتے ہیں جیسے:
کتاب گھر ہے یعنی گھر پر ہے۔ اور وہ اسکول گیا یعنی اسکول کو وغیرہ۔

۲۔ **حرفِ عطف:** وہ ہیں کہ جو دو لفظوں، فقروں یا جملوں کے درمیان آکر اُن کو ملانے یا جوڑنے کا سبب بنیں۔ ان کی بھی چند قسمیں کی جا سکتی ہیں:

(الف) **حرفِ وصل** وہ ہیں جو دو برابر کے حرفوں یا جملوں کو ملائیں چنانچہ

اور، و: جیسے محمود و طاہر گئے ہم اور تم آئے
یا، کہ: جیسے محمود یا طاہر آئیں وہ آئے کہ جائے
بلکہ: جیسے محمود گیا بلکہ طاہر بھی۔

(ب) **حرفِ شرط** وہ ہیں جن سے شرط کا اظہار ہو یعنی
اگر، جو: جیسے اگر وہ آیا جو تم آؤ
اور ان کے جواب میں جو آئیں وہ حرفِ جزا ہیں یعنی
تو: جیسے اگر پڑھو گے تو ترقی کرو گے۔
بعض وقت حرفِ جزا کو حذف بھی کر دیتے ہیں جیسے جو بوؤ گے وہی کاٹو گے یعنی یہی

ورنہ، اور نہیں تو بھی حرفِ جزا ہیں جیسے آؤ ورنہ میں چلا جاؤنگا۔
اِسی طرح 'خواہ'، 'چاہے'، اور 'یا تو' بھی ہیں یعنی خواہ وہ آئے، چاہے وہ رہے یا نہ رہے — یا تو تم آؤ نہیں میں جاتا ہوں۔

(ج) حرف استثنا وہ ہیں جو ایک چیز کو دوسری سے الگ کرتے ہیں اور وہ یہ ہیں: اِلّا - بجز، مگر، لیکن، سوائے، ماورا، ماسوا وغیرہ جیسے سب آئے مگر تم نہ آئے - اس کے سوا سب موجود تھے - بجز اس کے سب اچھے ہیں

(د) حرف تاکید دو طرح کے ہوتے ہیں یعنی مثبت اور منفی چنانچہ البتّہ اور ضرور مثبت ہیں - زنہار اور ہرگز، خبردار منفی ہیں جیسے البتّہ کل آنا وہاں ضرور جاؤ ہرگز یہ کام نہ کرو زنہار ادھر نہ دیکھو خبردار بروں کی صحبت میں نہ رہنا -

(ہ) حرفِ علت وہ ہیں جن سے سبب یا جواز معلوم ہو یعنی اس لئے - اس واسطے - لہٰذا - بنا بریں - تاکہ - مبادا وغیرہ جیسے: وہ بیمار ہے اس لیے نہ آیا اس کے ساتھ نہ رہو مبادا تم بھی بیمار پڑ جاؤ وہاں جاؤ تاکہ علم حاصل ہو

۳- حرف تخصیص: وہ ہیں جو اسم یا فعل کے ساتھ اس کے معنی میں زور، تاکید یا تخصیص کا سبب ہوتے ہیں جیسے وہ پڑھتا ہی نہیں تم ہی نہ آئے (= ہی)

وہ بھی ساتھ تھا (= بھی) پڑھا بھی ہوتا

یہ کام ایسا تو نہ تھا (= تو) کہتے تو سہی

ہی، اکثر لفظوں کے ساتھ مل کر ایک حرف مرکب بناتا ہے جیسے وہی (= وہ + ہی) اسی (= اس + ہی) سبھی (= سب + ہی) کسی

(کس + ہی) کبھی (= کب + ہی)

حرفِ ایجاب بھی تخصیص کے لئے آتے ہیں۔ ان میں بعض مثبت ہوتے ہیں جیسے ہاں، جی، جی ہاں — اور بعض نفی کے لیے جیسے نہ، نہیں، مت وغیرہ — البتہ مت کا استعمال کمتر ہوتا ہے — نفی کے لیے بعض حرف الفاظِ صحیح کے شروع میں بھی لاتے ہیں یعنی آ، آن، ن، نر، بے وغیرہ جیسے اٹل - ان پڑھ، نڈر، نربل، بے فکر وغیرہ۔

حرفِ استفہام سوال کے لیے آتے ہیں جیسے کیا، کیوں، کس لیے، س واسطے، کیونکہ وغیرہ۔

حرفِ تمنّا کاش، کاش کہ وغیرہ ہیں۔

حرفِ تشبیہ کئی ہیں یعنی: مانند، بعینہ، بجنسہٖ، موافق، مطابق وغیرہ — لاحقہ کی صورت میں سا، انہ وغیرہ بھی تشبیہ کے لئے آتے ہیں جیسے بڑا سا، تھوڑا سا، ایسا، ویسا، جیسا، مردانہ، عامیانہ، سوقیانہ وغیرہ۔

حرفِ شک شاید، ممکن وغیرہ ہیں۔

۴۔ حرف فجائیہ: وہ ہیں جو جوش، جذبہ یا ضرورت کے تحت بے اختیار زبان پر آجائے۔ ان کی بھی کئی صورتیں ہیں

(الف) آواز دینے کے لیے جو حرف آئیں حرفِ ندا ہیں جیسے اے، او، ارے، اجی، یا وغیرہ

(ب) خوشی کے لیے جو حرف بولے جائیں حرفِ انبساط ہیں جیسے

آہاہا - اوہو - خوب - واہ

(ج) تعریف و تحسین کے واسطے جو کلمات آتے ہیں حروفِ تحسین ہیں جیسے سبحان اللہ، ماشاء اللہ، بہت خوب، شاباش، واہ وا، مرحبا، آفریں،

(د) حرفِ افسوس یہ ہیں: ہائے، وائے، آہ، ارے رے، اُف، ہائے رے، ہیہات، حیف، افسوس۔

(ہ) حقارت اور نفرت کے لیے: لاحول ولا قوۃ، دھت، دور ہو، در گور، دور، تھو، ہشت، معاذاللہ، خدا کی پناہ۔

(و) حروفِ تنبیہ یہ ہیں: بس، سنو، دیکھو، خبردار۔

(ز) پناہ مانگنے کے لیے استغفراللہ، توبہ، معاذاللہ، الامان وغیرہ آتے ہیں۔

(الف)

حرف
- مفرد
- مرکب

(ب)

حرف
- ربط
- عطف
- تخصیص
- فجائیہ
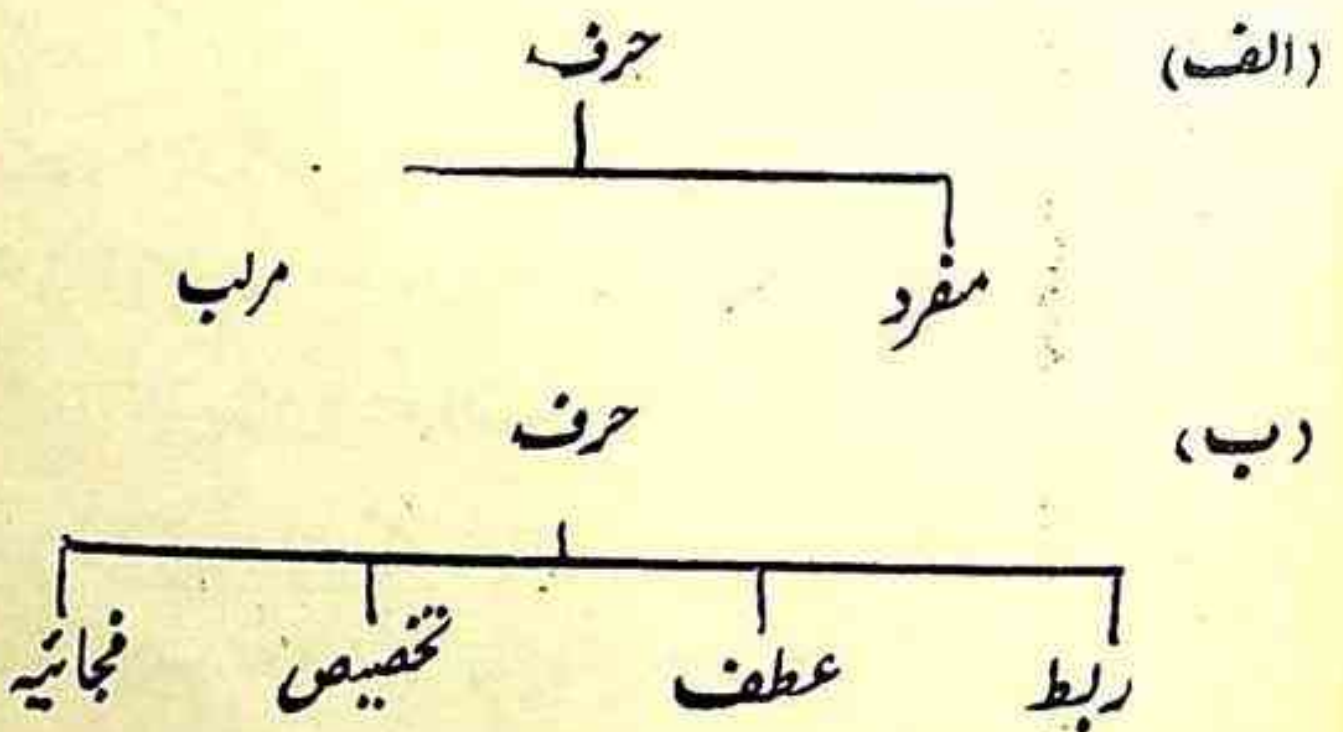
تصریف

کسی چیز کو ملانا ترکیب ہے۔ ہر جملہ کئی لفظوں سے مرکب ہوتا ہے یا یہ کہا جا سکتا ہے کہ لفظوں کی ترکیب سے جملہ بنتا ہے۔ تصریف سے مراد یہ ہے کہ جملہ کے ایک ایک جزو کا الگ الگ بیان کیا جائے اس کی بعض مثالیں یہاں دی جاتی ہیں۔

(۱) یہ ایک میز ہے

یہ ۔ اسم اشارہ قریب ۔ واحد ۔۔ مبتدا

ایک ۔ صفت عددی، واحد

میز ۔ اسمِ عام، واحد ایک کا موصوف } ۔ خبر

ہے ۔ فعل ناقص ۔ حال ۔ واحد

(۲) محمود نے خط لکھا

محمود ۔ اسمِ خاص ۔ واحد ۔ مذکر ۔ فاعل

نے ۔ حرف مفرد ۔ علامت فاعل

خط ۔ اسم عام، واحد ۔ مفعول

لکھا ۔ فعل ماضی، معروف ۔ واحد ۔ مذکر

(۳) آہا! احمد آرہا ہے

آہا ۔ حرف مفرد، فجائیہ = انبساطیہ

احمد ۔ اسم خاص ۔ مذکر ۔ واحد ۔ فاعل

آرہا ہے - فعل لازم، حال، معروف - استمراری - مذکر - واحد - غایب -

(۴) میں بازار سے گھر تک بیدل جاؤنگا -

میں - ضمیر شخصی - مذکر - واحد متکلم - فاعل

بازار - اسم ظرف مکانی - واحد - مذکر -
سے - حرف ابتدا
} متعلق فعل مکانی (جاؤنگا)

شہر - اسم ظرف مکانی - واحد - مذکر
تک - حرف انتہا
} متعلق فعل مکانی (جاؤنگا)

جاؤنگا - فعل لازم - مستقبل - معروف - مذکر - واحد متکلم

(۵) افسوس خالد کا گھوڑا مر گیا -

افسوس - حرف فجائیہ

خالد - اسم معرفہ - مذکر - واحد - مضاف الیہ

کا - حرف اضافت -

گھوڑا - اسم عام - واحد - مذکر - مضاف - فاعل -

مر گیا - فعل لازم - ماضی مطلق - معروف - واحد - غایب - مذکر -

(۶) سبق پڑھا گیا

سبق - اسم عام - واحد - مذکر

پڑھا گیا - فعل، ماضی مطلق، مجہول - مذکر - واحد غایب -

اُردو کی ادبی کتب

کتاب	مصنف	قیمت
کلیاتِ اقبال (عکسی)	علامہ اقبال	۲۵/-
بانگِ درا	"	۱۰/-
بالِ جبریل	"	۷/۵۰
ضربِ کلیم	"	۷/۵۰
ارمغانِ حجاز	"	۴/۵۰
فیروز اللغات جیبی		۶/۵۰
اردو لسانیات	ڈاکٹر شوکت سبزواری	۸/-
آج کا اردو ادب	ڈاکٹر ابواللیث صدیقی	۱۲/-
ڈرامہ کی تاریخ و تنقید	عشرت رحمانی	۱۵/-
شاعری اور شاعری کی تنقید	ڈاکٹر عبادت بریلوی	۱۶/-
اقبال شاعر اور فلسفی	وقار عظیم	۱۴/-
تخلیقی عمل	وزیر آغا	۱۴/-
اردو شاعری کا مزاج	"	۳۰/-
جدید شاعری	ڈاکٹر عبادت بریلوی	۲۵/-
غزل اور مطالعہ غزل	"	۲۰/-
نیا افسانہ	وقار عظیم	۹/-
اطرافِ غالب	ڈاکٹر سید عبداللہ	۱۵/-
دہلی کا یادگار شاہی مشاعرہ	فرحت اللہ بیگ	۱/۲۵
تصوراتِ اقبال	مولانا صلاح الدین احمد	۱۲/۵۰
ارمغانِ علی گڑھ	پروفیسر خلیق احمد نظامی	۲۰/-
سرسید۔ ایک تعارف	"	۱/۲۵
اردو ادب کی تاریخ	عظیم الحق جنیدی	۷/۵۰
اُردو زبان و ادب	ڈاکٹر مسعود حسین	۷/۵۰
اُردو مثنوی کا ارتقاء	عبدالقادر سروری	۶/-
مقدمہ شعر و شاعری	مقدمہ از ڈاکٹر وحید قریشی	۴/۵۰
مطالعہ سرسید احمد خاں	عبدالحق	۵/-
انتخاب مضامین سرسید	آلِ احمد سرور	۳/۵۰
اردو نثر کا تاریخی سفر	محمد زبیر	۱/۵۰
تنقیدی سرمایہ	عبدالشکور	۳/۵۰
تحقیقی مطالعہ حالی	ڈاکٹر ظہیر احمد صدیقی	۱/۵۰
تحقیقی مطالعہ انیس	"	۱/۵۰
مجموعہ نظم حالی	"	۲/۹۵
مثنوی گلزارِ نسیم	"	۳/۵۰
انتخاب مثنویاتِ اردو	مغیث الدین فریدی	۳/۵۰
گلدستہ مضامین و انشاپردازی	ڈاکٹر عارف خاں	۵/۹۹
نمائندہ مختصر افسانے	محمد طاہر فاروقی	۲/۷۵
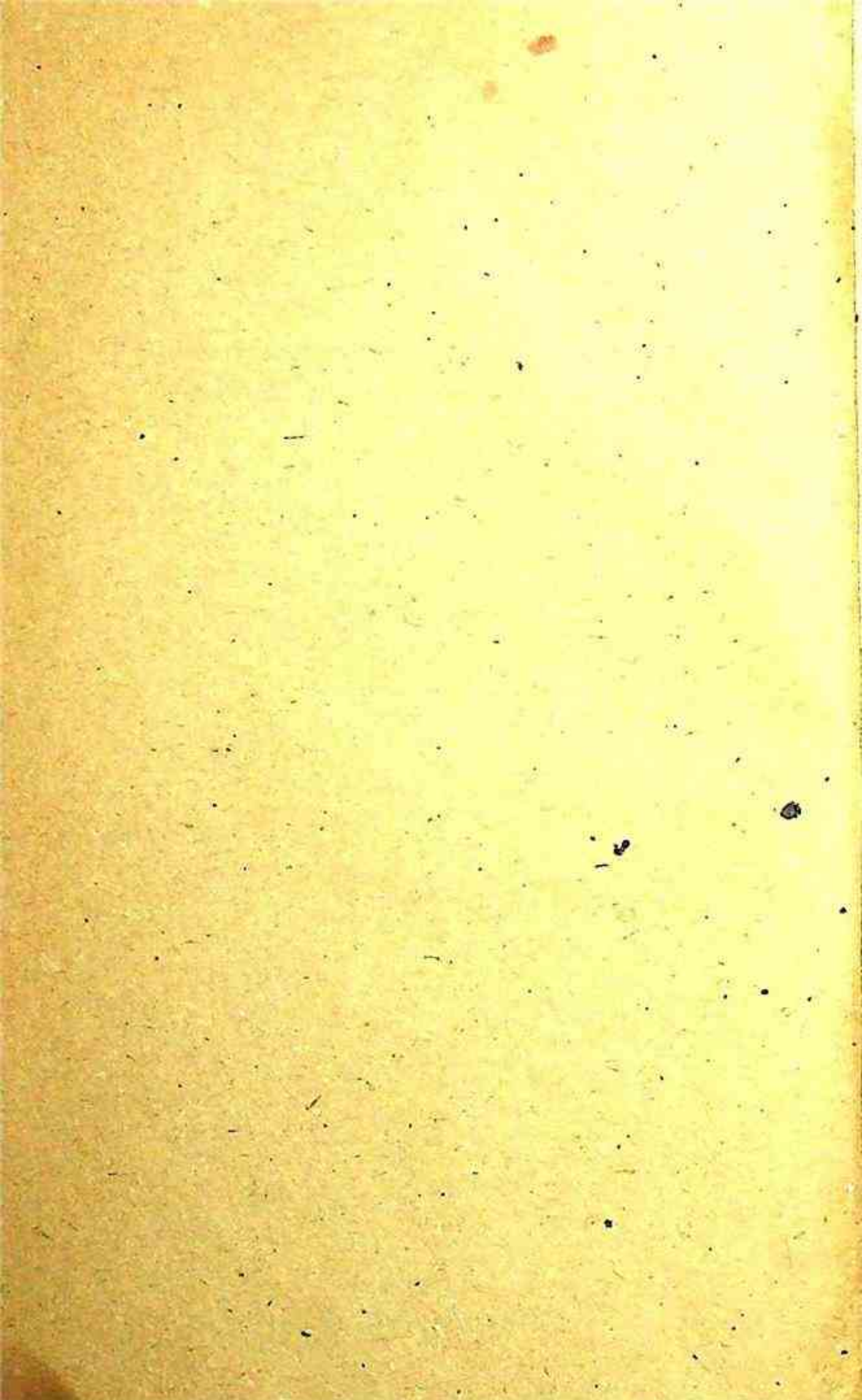
ساقی ارباب ذوق
0305 6406067
PDF Book Company
اُردو نحو
محمد انصار اللہ
EBH
ایجوکیشنل بک ہاؤس، علی گڑھ

اُردو نحو

محمد انصار اللہ
ایم۔اے، پی۔ایچ۔ڈی
شعبۂ اُردو، مسلم یونیورسٹی۔ علی گڑھ (یو۔پی)

ایجوکیشنل بک ہاؤس علی گڑھ

پہلی بار	۱۹۷۵ء
تعداد	۱۰۰۰
قیمت	۱/۹۵

مطبوعہ۔ کوہ نور پریس دہلی

ایجوکیشنل بک ہاؤس
مسلم یونیورسٹی مارکیٹ علی گڑھ

پیش لفظ

اس کتاب کا پہلا حصّہ جو صَرف کے مبادیات پر مشتمل ہے مکمل کر چکا تھا کہ ایک دن استاذی خورشید الاسلام صاحب (پروفیسر و صدر شعبہ اردو مسلم یونیورسٹی علی گڑھ) کی خدمت میں اس کا ذکر آیا۔ سن کر نہایت خوش ہوئے۔ بہت حوصلہ افزائی کی اور بعض مفید مشوروں سے بھی سرفراز کیا جن کے لئے میں ان کا نہایت ممنون ہوں۔

طلبا کی ضرورتوں کے مطابق جو کتاب مرتّب کی جائے گی اس میں جزئیات سے تفصیلی اور تحقیقی بحثوں کی گنجایش نہ ہو گی بلکہ بعض مسئلوں اور بحثوں کو قلم انداز بھی کرنا پڑے گا۔ یہ کتاب بھی اسد یار خاں صاحب (مالک ایجوکیشنل بک ہاؤس علی گڑھ) کی فرمایش پر اُردو کے عام طالبعلموں کے لئے تیار کی گئی ہے۔ اس میں ان کی استعداد اور ضرورتوں کے پیشِ نظر اختصار کے ساتھ اصطلاحوں کی توضیح و تصریح کی گئی ہے، بہت زیادہ مثالیں نقل کر کے کتاب کی ضخامت بڑھانے کے بجائے مشمولات کو اس طرح زیرِ بحث لانے کی کوشش کی گئی ہے کہ طالب علم خود بخود مثالیں

تلاش کرنے لگے۔

مجھے توقع ہے کہ انشاء اللہ یہ کتاب بطور مجموعی طالب علموں کے لیے بہت مفید ثابت ہوگی۔

بایں ہمہ مجھے بیجا خوش فہمی بھی نہیں ہے۔ چنانچہ کتاب میں بعض خامیوں کے باقی رہ جانے کے امکان سے انکار نہیں ہے۔ لیکن اگر مشفقوں اور مخلصوں کی عنایت سے یہ خامیاں میرے علم میں آگئیں تو انشاء اللہ دوسرے ایڈیشن میں ان کی تصحیح ضرور کر دی جائے گی۔

فقط

محمد انصار اللہ

جمعہ۔ ۵ ستمبر ۱۹۷۵ء

بیت الانصار

۴/۵۸۵ سر سید نگر، علی گڑھ (یوپی)

فہرست

مقدمہ

نحو کے معنی ہیں طریق اور اسلوب کے اور اصطلاح میں اِس سے قواعد کا وہ شعبہ مُراد ہوتا ہے جس میں دو باتوں سے بحث کی جاتی ہو یعنی

(الف) جملے کے اجزا سے یعنی اسم، ضمیر، صفت، فعل اور حرفوں، اور ان کی جنس، تعداد اور حالت وغیرہ سے اس طرح کہ اُن میں پیدا ہونے والے تغیرات واضح ہو جائیں۔

اور (ب) جملے کی ساخت سے۔

کلمے کی مختلف قسموں اور حالتوں اور اُن کے بتائے جانے کے طریقوں سے متعلق بحثیں صَرف کی کتاب میں تحریر کی جا چکی ہیں۔ مختلف کلمات کے جملوں میں استعمال کے طریقوں اور اِس استعمال کی حالت میں واقع ہونے والی تبدیلیوں کا بیان نحو کے تحت آتا ہے۔ اِسی طرح جملہ بنانے کے لیے مختلف کلمات کو ملانے کے طریقے اور کلموں کے مرکبات سے متعلق بحثیں بھی نحو ہی کے تحت آتی ہیں۔

اس تفصیل سے نحو کے دو شعبے معلوم ہوتے ہیں یعنی :

(الف) وہ شعبہ کہ جس کے تحت جملے کے ہر جزو کا الگ الگ بیان کیا جائے نحوِ تفصیلی ہے۔ تفصیل کے معنی ہیں چیزوں کو الگ الگ کر کے دیکھنا۔

(ب) دو یا زیادہ چیزوں کا ملانا ترکیب ہے، چنانچہ جہاں کلموں کو ملانے اور مختلف مرکبات کی قسمیں اور شناخت کے اصول زیرِ بحث آئیں وہ نحوِ ترکیبی ہے۔

اس کتاب کا پہلا باب نحوِ تفصیلی پر اور دوسرا نحوِ ترکیبی پر مشتمل ہے۔

محمد انصار اللہ

نحو

نحوِ تفصیلی | نحوِ ترکیبی

پہلا باب

نحو تفصیلی

کسی جملے یا فقرے میں (الف) اسما، ضمایر، صفات، افعال و حروف کا استعمال

اور (ب) اُس استعمال کی حالت میں واقع ہونے والے تغیرات کا بیان۔

اسم

جنس: اردو میں جتنے اسما ہیں یا تو مذکر آتے ہیں یا مؤنث بولے جاتے ہیں۔ بول چال میں بعض وقت اُن کو حقیقی جنس کے خلاف بھی لاتے ہیں مثال کے طور پر والدین پیار سے اپنی بیٹی کو بھی بیٹا کہہ کر پکارتے ہیں۔ اِسی طرح لفظ "بچہ" ہے کہ اِس کا اطلاق لڑکی اور لڑکے دونوں پر ہوتا ہے۔ اِسی طرح عمومیت کے موقع پر آدمی، انسان، شخص، لوگ وغیرہ الفاظ مرد اور عورت دونوں کے لیے آتے ہیں جیسے گھر کے

لوگ یعنی مرد عورت سب۔

جتنے عہدوں اور منصبوں کے نام ہیں سب مذکر آتے ہیں۔ چنانچہ ڈاکٹر، کمپاونڈر، بیرسٹر، وکیل، ڈپٹی، منصف اور جج وغیرہ اگر عورت ہو تو اُس کے لیے بھی یہ لفظ اسی طور پر آسکتے ہیں، ان میں تبدیلی کی ضرورت نہیں۔ اسی طرح عورت اگر شاعر، مصنّف، افسانہ نگار ہو تو اُس کے واسطے ان لفظوں کی تانیث بنانا ضروری نہیں ہے۔ اِس قاعدہ کے مطابق بعض پیشے جو عورتوں کے ساتھ مخصوص ہیں۔ اگر وہی کام مرد کرنے لگیں تو ان کے لیے بھی وہی لفظ بجنسہٖ آئیں گے جیسے دائی، جنائی وغیرہ۔ چنانچہ لفظ نرس کا اطلاق مَردوں پر بھی ہوتا ہے۔

بعض جانوروں کے نام مذکر آتے ہیں باوجود اس کے کہ اُن کے نر اور مادہ کے واسطے الگ الگ لفظ مقرر ہیں جیسے ہرن جس کا نر ہرنا اور مادہ ہرنی ہے۔

بعض اسمائے صفت خواہ مذکر کے لیے آئیں یا مؤنث کے واسطے بجائے خود بہ تانیث ہی بولے جاتے ہیں جیسے انسانیت، آدمیت، شخصیت، انفرادیت وغیرہ۔ اسی طرح بعض اسم صفت جن کا اطلاق اسمائے مذکر و مؤنث دونوں پر ہوتا ہے خود مذکر آتے ہیں۔ جیسے بچپنا، دیوانہ پن، وغیرہ۔ یعنی موصوف کی وجہ سے اُن کی تذکیر و تانیث میں تبدیلی نہیں ہوتی۔

تعداد: اگرچہ قاعدہ ہے کہ وحدت وجمعیت میں صفت اپنے موصوف

کے مطابق آتی ہیں۔ لیکن ایسے لفظ جو کسی خاص چیز کی گنتی کے لیے مقرر ہیں بطورِ واحد آتے ہیں اور اُن کی جمع نہیں بناتے جیسے چھ راس گھوڑے۔ پانچ قطار اونٹ۔ دو منزل عمارت۔ تین نفر آدمی۔ چار زنجیر فیل۔ چھ جلد کتابیں — البتہ یہی لفظ جب بعد میں لائے جائیں تو اِن کی جمع عموماً بنانا ضروری ہے جیسے کتاب کی چھ جلدیں، گھوڑوں کی چار راسیں۔ عمارت کی تین منزلیں۔

جتنے اعداد ہیں بطورِ واحد آتے ہیں خواہ اُن کے بعد وہ جمع ہوں یا واحد جیسے بیس گھوڑے۔ دس کتابیں۔ پچیس آدمی — البتہ جب کثرت کا بیان مطلوب ہوتا ہے تو جمع بنا لیتے ہیں جیسے بیسوں گھوڑے دسوں کتابیں وغیرہ۔ لیکن اِس صورت میں یہ اعدادِ غیر معین کے معنی دیتے ہیں۔

دھاتوں کے جتنے نام ہیں عام طور سے بطورِ واحد آتے ہیں جیسے چاندی، سونا — اِسی طرح بیشتر اجناس اور اُن سے متعلق چیزوں کے نام بھی عموماً واحد بولے جاتے ہیں جیسے ارہر۔ مسور۔ جو۔ نمک۔ ہلدی۔ آٹا۔ سوجی۔ گھی۔ شہد وغیرہ لیکن الائچی۔ چھالی۔ پان۔ دھان۔ تل۔ چنا وغیرہ کی جمع بناتے ہیں جیسے تلوں میں تیل نہیں۔ پانوں کی ڈھولی۔ بھُنے ہوئے چنوں کی لذّت وغیرہ۔

بعض لفظ محاورے میں ہمیشہ بطورِ جمع لائے جاتے ہیں۔ جیسے پہروں بیٹھا رہا۔ گھنٹوں منتظر رہا۔ بھوکوں مر گیے۔ گھُٹنوں میں سر دیے۔

بغلیں بجائیں - باتیں ملائیں - آسمان پر بلیاں دوڑ گئیں - آنتیں قل ہو اللہ پڑھنے لگیں - آنکھوں دیکھی - کانوں سُنی - اُس کے پاس کروڑوں روپیہ ہے وغیرہ -

جتنے اسمائے کیفیت ہیں اُن کی جمع بھی عموماً نہیں بناتے جیسے سُرخ ، سفید - مطالعہ - دوستی - دشمنی - بھلائی - بُرائی وغیرہ - البتہ بعض خاص صورتوں میں اُن کی جمع بنا لیتے ہیں - جیسے بُرائیوں سے بچو - بھلائیوں کو اختیار کرو -

کچھ لفظ اگرچہ از روئے قواعد جمع ہیں لیکن روزمرہ میں واحد بولے جاتے ہیں جیسے :-

احکام ع سرکار سے تیری جو ہے احکام نکلتا

احوال ع دل کا یہ احوال ہے غم سے ترے اے مستِ ناز

تبرکات ع لاؤ تبرکات رسالت مآب کا

اِسی طرح سے اولاد - اخبار - اصول - اوسان - اوقات - کرامات وغیرہ کا حال ہے - یہ سب بطور واحد آتے ہیں -

اِس کے برخلاف بعض لفظ اگرچہ واحد ہیں لیکن روزمرہ میں جمع بولے جاتے ہیں جیسے کرم (نصیب) - بھاگ (مقدر) - درشن - نصیب - لچھن - طور - کرتوت - کرتک - دام وغیرہ -

بعض لفظ ایسے بھی ہیں کہ واحد اور جمع دونوں طرح بولے جاتے ہیں جیسے :-

ان کے دستخط ہو گیے	یہ میری دستخط ہے
کل ایک قے ہوی	کیی قے آئیں
بے شمار عیب ہیں	یہی ایک عیب ہے

اور اسی طرح بعض لفظ اور بھی ہیں جیسے مرد، آدمی، یاد وغیرہ۔

ایک قاعدہ یہ ہے کہ تکریم اور تعظیم کے واسطے اکثر اسما بطور جمع بولے جاتے ہیں جیسے۔

حضرت فرماتے تھے	خدائے پاک ہر چیز پر قادر ہیں
اُن کے ایک چچا آگیے تھے	استاد تشریف لے گیے
بیچارے کم گو ہیں	وہ اچھے ہیں

حالت: زبانِ اُردو کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ یہاں مختلف حالتوں میں لفظوں میں کوی ایسی تبدیلی نہیں ہوتی کہ اُن کو پہچاننا مشکل ہو جائے۔ تبدیلی کی صورت میں عام طور سے آخری ایک یا محض بعض صورتوں میں دو حرف متأثر ہوتے ہیں جیسے نقشا۔ نقشے۔ نقشوں۔

مختلف حالتوں کے لیے علامتیں مقرر ہیں لیکن بسا اوقات بول چال میں اِن علامتوں کو بھی حذف کر دیا جاتا ہے۔ جیسے نقشا دکھا۔ نقشے کو دیکھا۔ کتابیں پڑھیں۔ کتابوں کو پڑھا۔

(الف) حالتِ **فاعلی** کے لیے علامت "نے" مقرر ہے لیکن یہ صرف افعالِ متعدی کے ماضی مطلق، ماضی قریب، ماضی بعید، ماضی احتمالی اور ماضی شرطیہ کے ساتھ آتی ہے۔ البتہ بعض متعدی افعال

ایسے ہیں کہ اُن کے ساتھ یہ علامت نہیں آتی جیسے لانا۔ بھولنا۔ شرمانا مثلاً وہ کتاب لایا۔ وہ سبق کو بھولا۔ تم مجھ سے شرمائے۔ بعض لوگ بولنا کے ساتھ 'نے' لاتے ہیں جیسے اس نے سچ بولا۔ لیکن فصیح تر یہ ہے کہ 'نے' نہ لایا جائے اور کہا جائے کہ

وہ سچ بولا

بعض افعال لازم اور متعدی دونوں طرح آتے ہیں۔ اُن کے ساتھ دونوں صورتوں میں اُن کے حسبِ حال معاملہ کیا جائیگا جیسے۔

اُس نے پیٹ بھرا	(متعدی)	بالٹی بھر گئی	(لازم)
اُس نے روٹی پلٹی	"	توا پلٹا	"
اُس نے ورق اُلٹا	"	قسمت اُلٹ گئی	"
اُس نے کپڑے بدلے	"	دنیا بدلی	"
اُس نے تم کو پکارا	"	وہ لاکھ پکارا	"

جب کوئی فعل امدادی ساتھ آئے تو بھی اسی طور پر عمل ہوگا یعنی لازم کے ساتھ 'نے' نہ لائیں گے جیسے :۔

اُس نے خط پڑھا	فعل متعدی
اُس نے خط پڑھ لیا	فعل متعدی مع فعل امدادی متعدی
وہ خط پڑھ چکا	فعل متعدی مع فعل امدادی لازم

جب تجھ، مجھ وغیرہ ضمیریں فاعل کے ساتھ آئیں تو بھی علامتِ فاعل کے ساتھ یہی معاملہ ہوگا۔

(ب) حالتِ مفعولی کی علامت "کو" ہے لیکن جب مفعول کسی مصدر کے ساتھ ہو تو 'کو' نہیں لاتے جیسے سر اُٹھانا۔ بات بنانا۔ جان کھونا۔ منھ چڑھانا وغیرہ۔ اِن افعالِ ترکیبی میں وہ اسم ایک جزو کی حیثیت رکھتا ہے اِس لیے اِن کی کسی بھی حالت میں دونوں اجزا کے درمیان 'کو' نہیں لایا جائے گا جیسے تارے گِنتا رہا۔ جان جھونک دی۔ کمر باندھی۔ آنکھ مِلائی۔ ترچھی چال چلتا ہے۔ بڑا بول نہ بولو وغیرہ۔

جب ایک فعل متعدی کے ایک سے زاید مفعول ہوں تو پہلے کے ساتھ 'کو' نہ لائیں گے۔ جیسے اُس نے میرے لیے بازار سے قلم خریدا۔ اِس میں پہلا مفعول قلم ہے۔ اِس سلسلے میں یہ قاعدہ بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ جب ایک مفعول کوئی شخص ہو اور دوسرا کوئی چیز تو شخص کے ساتھ 'کو' لایا جائے گا۔ جیسے فقیروں کو بھیک دی۔ شاگردوں کو سبق پڑھایا۔ بچوں کو مٹھائی کھِلائی۔

مفعول کی علامت 'کو' کی جگہ بعض دوسرے حرف بھی آتے ہیں جیسے:

بچّے کے سیاہی لگائی ۔ کے
لڑکے سے بات کہی ۔ سے
اُس پر ترس کھایا ۔ پر
وہ میرے لیے گیا ۔ کے لیے

قلم دو روپیہ میں خریدا — میں
دوات کتنے کو بیچو گے — کو
پڑھنے کے واسطے گیا — کے واسطے

بعض مرکب افعال ایسے ہیں کہ اُن کے فاعل کی صورت مفعول کی جیسی ہوتی ہے جیسے : نظر آنا - دکھائی دینا - انعام ملنا - جانا پڑنا۔ چنانچہ اِن جملوں میں :

اُسے تارے نظر آئے	تمھیں کچھ دکھائی نہیں دیتا
اُسے وہاں جانا پڑا	ہمیں انعام ملا

یہی معاملہ اُن افعال کا بھی ہے جو 'چاہیے'، کے مترادف لفظوں سے بنتے ہیں جیسے :

تمھیں جانا چاہیے	مجھے جانا ضروری ہے
میری بات اُسے ماننا مناسب ہے۔	تم کو بزرگوں کا احترام کرنا لازم ہے

(ج) اضافی حالت

جب کسی لفظ کو دوسرے سے نسبت دیتے ہیں یا اُس سے تعلق بیان کرتے ہیں تو جس لفظ کو نسبت دیں وہ **مضاف** ہے اور جس سے نسبت دیں **مضاف الیہ** ہے اور اِس حالت کو **اضافی** کہتے ہیں۔ اِس کے لیے عام طور سے لفظ کا ، کی ، کے ، مقرر ہیں۔ البتہ حاضر اور متکلم کی ضمیروں میں 'را'، لاتے ہیں جیسے میرا، تیرا، ہمارا، تمھارا۔ حالتِ اضافی اردو میں کئی طرح کے تعلق ظاہر کرتی ہے جیسے :

ملکیت اور قبضہ جیسے اُس کا قلم ــــ بعض وقت کچھ کیا وغیرہ بھی حالتِ اضافی میں آتے ہیں جیسے اس کا کیا ہے ۔ اس کا کچھ نہیں بگڑتا ۔

بناوٹ جیسے لکڑی کی کرسی ۔ شیشے کی دوات

رشتہ اور قرابت جیسے اس کا بیٹا ۔ میرا دوست

ظرف و مکان جیسے دو دن کی بات ۔ چھ برس کا بچہ ۔ ہندوستان کا باشندہ ۔

کیفیت یا قسم جیسے سرخ رنگ کا کپڑا

سبب و علت جیسے سانپ کا کاٹا ۔ دودھ کا دُھلا

مأخذ و مصرف جیسے پھول کی خوشبو ۔ نل کا پانی

صنعت و قیمت جیسے دو روپے کی سوجی ۔ غضب کی گرمی

کُل و جزو جیسے روشنی کی کرن ۔ سب کے سب ۔ گاؤں کا گاؤں

وضاحت و استعارہ جیسے گرمی کے دن ۔ دل کی کلی

فاعل و مفعول جیسے دن کا کاٹنا ۔ رات کا آنا ۔

محاورہ میں اکثر مضاف کو حذف کر دیتے ہیں جیسے ایمان کی کہیں گے یعنی ایمان کی بات ۔

اور بعض وقت فارسی کے طریقے پر بھی اضافت دیتے ہیں ۔ جیسے خانۂ دل ۔ عشقِ صادق وغیرہ ــــ اور اس صورت میں بعض مقامات پر اضافت کو حذف بھی کر دیتے ہیں جیسے صاحبدل ۔ صاحب علم ۔

سرورق، پس منظر، پیش گفتار، پیش لفظ وغیرہ۔

(د) ظورفی حالت۔

وہ ہے کہ جس سے کسی چیز کی کیفیت معلوم ہو جیسے:

مکان ——— الماری میں۔ گھر سے۔ اس صورت میں کبھی ایک حرف زاید بھی لاتے ہیں۔ جیسے میز پر سے۔ کتاب کے اوپر سے۔ انھیں حرفوں سے بعض وقت جز کا تعلق کل سے بھی ظاہر ہوتا ہے۔ جیسے ——— سارے فسانے ہیں۔ مسلمانوں میں، وہ بھلے لوگوں میں سے ہے ——— بعض وقت قریبی تعلق بلکہ ملے ہوئے ہونے کو بھی ظاہر کرتا ہے۔ جیسے انگوٹھی میں نگ۔ جھالر میں موتی۔

زمان ——— کام وقت پر ہوگا۔ وہ دو مہینے میں آیا۔

پیمائش ——— لمبائی میں بڑا ہے۔

وزن ——— یہ ایک من کی ہے۔

قیمت ——— دو روپے میں خریدا۔

مقابلہ ——— اُس سے بہتر۔ لاکھوں میں یکتا۔ سب پر فایق۔

کیفیت اور طریقہ ——— نشے میں۔ محبت سے۔

آلہ ——— چاقو سے۔ ایک وار میں۔ کانوں سے۔

معیت وجدائی ——— اسلحہ سے لیس۔ تزک و احتشام کے ساتھ۔ غلامی میں۔ کام سے کام۔

تعلق اور انحصار ——— معاملہ پر غور کرو۔ سانس پر زندگی منحصر ہے۔

طرف کے معنی میں جیسے اس بات پر خیال کرو۔ اس حال میں غور کرو۔ اسی طرح بعض اور صورتیں بھی حروفِ ربط کے ذریعہ ممکن ہیں جن کی تفصیل طوالت کا سبب ہوگی۔

صفت

صفت یا تو کسی اسم کی کسی خصوصیت پر دلالت کرتی ہے جیسے اچھا آدمی، سُرخ کپڑا ___ یا اسم کی حالت کے بارے میں اطلاع فراہم کرتی ہے جیسے گرم روٹی، ہوشیار آدمی۔ پہلی قسم کی صفات توصیفی کہلاتی ہیں اور دوسری خبری۔

اردو میں صفات کا استعمال اسم کے طور پر بھی ہوتا ہے۔ جیسے بڑوں کا احترام کرو، بُروں سے بچو۔ اور چنانچہ اُن کی تبدیلی مختلف حالتوں میں بالکل اسی طرح ہوتی ہے جیسے اسم کی ہوتی ہے۔

اسی طرح بعض اسم بھی بطور صفت استعمال ہوتے ہیں جیسے اونٹ یعنی اونچا۔ شیر یعنی بہادر اور دلیر۔ ریچھ یعنی جس کے بال بڑے ہوں۔ گدھا یعنی بے عقل۔ کھوسٹ یعنی منحوس۔

بعض وقت صفت تمیز کے لیے بھی آتی ہیں۔ جیسے وہ خوب پڑھتا ہے یعنی بُری طرح نہیں۔

جب ترقی اور مبالغہ مقصود ہوتا ہے تو صفت کو مکرر لاتے

ہیں اور اِس صورت میں اُن کے مابین کوئی اور لفظ نہیں لاتے جیسے اچھے اچھے لوگ۔ بڑے بڑے آدمی ــ جب اِن کے درمیان لفظ "سے" لائیں تو مقابلے کا پہلو نکلتا ہے۔ جیسے اچھے سے اچھے لوگ۔ بڑے سے بڑے عالم۔

حرف "سا" مشابہت کے واسطے آتا ہے۔ جیسے ہاتھی سا۔ ہاتھی کا سا پَیر۔ چاند سا۔ بھلا سا۔ اِس صورت میں بعض وقت موصوف کا ذکر نہیں کرتے۔ جیسے پھول سا یعنی ہلکا یا خوبصورت۔ چاند سا یعنی پیارا ــ کبھی حرفِ مشابہت کو بھی حذف کر دیتے ہیں جیسے وہ پھول ہے۔ وہ چاند ہے ــ ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ موصوف پہلے لاتے ہیں اور حرفِ مشابہت کو حذف کر دیتے ہیں جیسے بڈھا پھوس یعنی پھوس سا بڈھا۔

لفظ ایک بعض، کسی اور کوئی کے معنی میں آتا ہے۔ جیسے ایک تو ساتھ دیتا یعنی کوئی تو۔ ایک آدمی نے یہ بات کہی ہے یعنی کسی نے۔

بعض اعدادِ معیّن کے بعد جب "ایک" آتا ہے تو غیر معین کا مفہوم پیدا ہوتا ہے۔ جیسے بیس ایک یعنی تقریباً۔ اِسی طرح سیر بھر ایک ــ دو گز ایک ــ بھی بولتے ہیں یعنی اندازہ سے ایک سیر یا دو گز۔

ایک ایک سے مراد عام طور سے فرداً فرداً ہوتی ہے۔ جیسے

ایک ایک سے پوچھا یعنی فرداً فرداً سب سے ۔ لیکن جب اِس میں پہلا ایک فاعل ہو اور دوسرا مفعول تو اُس سے ہر ایک کے معنی پیدا ہوتے ہیں۔ جیسے ایک ایک کا دشمن ہے۔ یعنی ہر ایک دوسرے کا۔

لفظ ایک بعض وقت کُل کے معنی میں آتا ہے۔ جیسے ایک عالَم جمع تھا۔ اور بعض وقت عجیب کا مفہوم بھی پیدا ہوتا ہے۔ جیسے اُس پر ایک عالم طاری تھا۔ اِسی طرح کبھی یکساں، کبھی تنہا اور کبھی منفرد کے واسطے بھی بولتے ہیں۔ جیسے :-

وہ دونوں ایک ہیں ۔۔۔۔ یعنی یکساں
مرنے کیلئے کیا وہی ایک ہے ۔۔۔۔ یعنی تنہا
وہ ایک ہی جری ہے ۔۔۔۔ یعنی منفرد

ضمیر

ضمیر بھی اسم کی قسموں میں سے ایک ہے۔ چنانچہ جنس اور تعداد کے اعتبار سے یہ اُس اسم کے مطابق ہوتی ہے جس کی یہ قایم مقام ہو جیسے :-

جو عورتیں آئی تھیں وہ سب گئیں

لیکن تعظیم کے واسطے واحد کی جگہ بھی جمع کی ضمیر لاتے ہیں جیسے : احتشام صاحب آئے تھے اور وہ یہ کتاب دے گئے ہیں۔

بول چال میں اکثر فاعل کی ضمیر کو حذف کر دیتے ہیں جیسے جاؤ یعنی تم ـــ لکھتی ہے یعنی وہ عورت ـــ جو عورتیں آئی تھیں گئیں یعنی وہ سب۔

'آپ' غایب اور حاضر دونوں کے واسطے آتا ہے لیکن اِس کے ساتھ فعل ہمیشہ جمع حاضر ہی کا آتا ہے جیسے:

اس نے مرحوم کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ آپ بڑی خوبیوں کے مالک تھے۔ یعنی وہ غایب محترم ـــ آپ خوب شعر کہتے ہیں یعنی حاضر محترم۔

اپنا بمعنی خود کا آتا ہے جیسے اپنا کام کرو۔ اپنی خیریت لکھو۔ لیکن جب مکرّر لائیں تو الگ الگ ہر ایک کا کے معنی دیتا ہے جیسے:

اپنا اپنا کام کرو ـــ اپنے اپنے معاملہ پر نظر رکھو ـــ بعض وقت اپنا بمعنی قرابتدار یا عزیز بھی آتا ہے۔ جیسے اسے اپنوں کی فکر بہت رہتی ہے ـــ اپنا پھر بھی اپنا ہے ـــ خصوصیتِ تعلق کے معنی میں بھی لفظ اپنا آتا ہے جیسے ۔ یہ اپنا چمن۔

آپ بمعنی خود آتا ہے۔ جیسے آپ بیتی یعنی وہ بات جو خود پر گزری ہو۔ بعض وقت لفظ 'آپے' بھی آتا ہے۔ جیسے وہ آپے میں نہیں رہتا ـــ آپے سے باہر ہوا جاتا ہے ـــ اُس نے آپا دُھن ڈالا ـــ اِسی سے اسمِ کیفیت اپنائیت یا اپناپن بھی بناتے ہیں جیسے اُس کے یہاں اپنائیت کا احساس ہوتا ہے۔

اپنا کے بعد اکثر اسم کو حذف کر دیتے ہیں جیسے وہ اپنی ہی کہے گیا یعنی اپنی بات — اور بعض وقت آپ کے بعد لوگ، حضرات وغیرہ لاکر خطاب کرتے ہیں — خود، بخود کے معنی میں آپ سے آپ اور آپ ہی آپ بولتے ہیں جیسے ؎

کون کہتا ہے کہ ہوتی ہے سحر آپ سے آپ

لفظ 'ہی' حرفِ تخصیص ہے اور اکثر اپنے پہلے آنے والی ضمیر سے مل جاتا ہے جیسے انھی (اِن + ہی) یہی (یہ + ہی)

یہ اور وہ اِتنا اور ایسا کے معنی میں آتے ہیں جیسے تمھارا یہ حال ہو گیا - یعنی ایسا

کیا اور کون حرفِ استفہام ہیں لیکن یہ کئی معنوں میں آتے ہیں یعنی

سوال کے لیے — کیا ہوا، کیا معاملہ ہے؟

انکار کے لیے — کیا وہ بچیں گے یعنی نہیں

تحقیر، تجاہل کے لیے — یہ کیا کر رہے ہو، اپنا وقت خراب نہ کرو۔ اِس میں کیا رکھا ہے۔ بیکار کام ہے۔

ملامت اور تنبیہ کے لیے۔ تمھیں ہو کیا گیا ہے۔

حیرت واستعجاب کے لیے۔ ارے یہ کیا ہوا۔

انکسار کے واسطے — میں کیا اور میرا علم کیا

لفظ کیا جب دو بار آئے تو کثرت کے معنی دیتا ہے۔ جیسے کیا کیا کہوں۔

کئی چیزوں میں سے کسی ایک کے لیے 'کون سا' بولتے ہیں۔ جیسے وہ کون سا لڑکا ہے۔

کوئی نہ کوئی، کچھ نہ کچھ، قلّت کے واسطے اور کبھی زور کے لیے بولتے ہیں جیسے کوئی نہ کوئی ضرور کہتا۔

اور ع ہو رہے گا کچھ نہ کچھ گھبرائیں کیا

لیکن کوئی کوئی اور کچھ کچھ محض قلّت کے معنی میں آتے ہیں جیسے:
کچھ کچھ جان باقی ہے کوئی کوئی اب بھی بات کر لیتا ہے۔

کچھ کا کچھ اور کچھ سے کچھ تغیر یا انقلاب کے معنی میں لاتے ہیں جیسے ابھی کچھ کا کچھ ہوا جاتا ہے۔ لیکن بعض وقت برعکس اور اُلٹے کے معنی میں بھی بولتے ہیں جیسے وہ کچھ کا کچھ کہہ گیا۔

کوئی سا بمعنی کوئی ایک بغیر تخصیص کے ہے جیسے۔ کوئی سا قلم لے آو۔ اور ایسے موقع پر 'کوئی بھی' یا محض کوئی سے بھی کام چل جاتا ہے۔

جب کسی اسم کے ساتھ ضمیر موصول، ضمیر استفہام، ضمیر تنکیر لاتے ہیں تو یہ صفت کا کام کرتی ہیں جیسے جس شخص نے۔ کسی آدمی نے۔ کوئی آدمی۔ کیا چیز۔ کچھ لڑکے۔ وہی شخص۔ کچھ نہ کچھ کام۔

فعل

مصدر: مصدر کو اسم کی قسموں میں شمار کیا گیا ہے۔ چنانچہ یہ

کبھی فاعل ہوتا ہے جیسے اہلِ علم سے ملنا فایدہ پہنچاتا ہے — اور کبھی مفعول جیسے وہ کھیلنا پسند کرتا ہے۔

جب 'پڑا' اور 'ہوگا' سے پہلے کوئی مصدر آتا ہے تو اُس سے مجبوری کے معنی پیدا ہوتے ہیں جیسے جانا پڑا۔ پڑھنا پڑا۔ لکھنا ہوگا۔ سننا ہوگا — اِسی طرح 'ہے' کے مصدر کے بعد آنے سے ضرورت کا پتا چلتا ہے۔ جیسے لکھنا ہے۔ سننا ہے۔

'ہے' اور 'تھے' اور 'ہوگا' وغیرہ میں سے کوئی جب مصدر کے بعد اِس طرح آئے کہ اُن کے مابین 'کو' ہو تو اُس سے کام کے زمانۂ قریب میں ہونے کا مفہوم ظاہر ہوتا ہے جیسے وہ لکھنے کو ہے۔ میں آنے کو تھا۔ وہ پڑھنے کو ہوگا۔

کسی چھوٹے کے لیے جب مصدر بجائے فعل لائیں تو وہ امر ہوتا ہے جیسے دیکھنا یعنی تم دیکھو — سننا یعنی تم سن لینا یا سنو۔

مصدر کی تذکیر و تانیث وہی ہوتی ہے جو اُس سے متعلق اسم کی ہوتی ہے۔ بعض وقت بول چال میں علامتِ مصدر یعنی نون کو حذف بھی کر دیتے تھے جیسے میرے کہے سے یعنی کہنے سے — لکھا چاہیے یعنی لکھنا — لیکن اب یہ طریقہ متروک ہے۔

امر: مصدر کی علامت حذف کر دینے کے بعد جو بچتا ہے وہی امر کا صیغۂ واحد ہے اور جتنے افعالِ لازم ہیں وہ بجنسہٖ مادّۂ مصدر بھی ہیں لیکن افعالِ متعدی کا امر مادّۂ مصدر پر کسی علامت کے اضافے

سے بنتا ہے جیسے رو (رونا، مصدر لازم) رُلا (مصدر متعدی۔ رُلانا)

امر حکم ہے اور حکم مثبت و منفی دونوں طرح ہوتا ہے۔ نفی کی صورت میں امر سے پہلے 'نہ' لاتے ہیں جیسے جاؤ ــــ نہ جاؤ ــــ زور پیدا کرنے کے لیے امر کے بعد لفظ نہیں لاتے ہیں جیسے ڈرو نہیں۔

دعا کے لیے حال کے بعد 'رہ' اور 'رہو' کا اضافہ کر لیتے ہیں جیسے جیتا رہ ـ جیتے رہو اور جیتے رہیئے۔

امر کے غایب اور متکلم کے صیغے صرف اجازت یا ہدایت کے واسطے ہوتے ہیں۔ جیسے اُس سے کہو کہ جائے ــــ میں وہاں جاؤں۔

مضارع : اردو میں مضارع عام طور سے ضرب الامثال اور محاورات میں آتا ہے جیسے : لکھے موسا پڑھے عیسا ــــ اُن سے خدا سمجھے۔

اجازت کے لئے اور کبھی امکان کے واسطے بھی مضارع کے صیغے آتے ہیں جیسے ۔ کہوں یا نہ کہوں ـ وہاں جاؤں ــ اور ــ اگر کوئی دیکھ لے ـ اگر کوئی لکھ لے۔

جب شرط اور جزا دونوں جملوں میں شک ، امکان یا ابہام کی صورت ہو تو دونوں جگہ مضارع آئیگا جیسے ۔ اگر آپ اجازت دیں تو میں جاؤں۔

اسی طرح جب مستقبل کا زمانہ متعین اور محدود نہ ہو تو بھی

مضارع لاتے ہیں جیسے۔ جب آپ فرمائیں۔

تعجب، افسوس، شک، اضطراب وغیرہ کے واسطے بھی
مضارع آتا ہے جیسے

ع وہ آئیں گھر میں ہمارے خدا کی قدرت ہے

افسوس کہ وہ اس طرح ناکام رہے اور تباہ ہو۔ کس سے کہوں۔
کیا کروں۔

اسی طرح توقع اور بعض وقت اپنی ذات سے مشورہ کے لیے
بھی فعل مضارع لایا جاتا ہے۔ جیسے

گر اس سفر میں مجھے ساتھ لے چلیں حضور

اگر آپ ساتھ لے چلیں تو ہمیشہ احسان مانوں — دل کہتا ہے کہ وہاں چلیے۔

حال : فعل حال سے بھی مختلف موقعوں پر مختلف معنی پیدا ہوتے
ہیں۔ جیسے

عادت کے لیے — وہ جب آتا ہے بیمار ہو جاتا ہے

مستقبل قریب — ابھی جاتا ہوں، بس جا رہا ہوں یعنی ابھی جاؤنگا۔

ماضی کی باتوں سے متعلق سلسلۂ بیان میں بعض وقت حال کے
صیغے لاتے ہیں۔ جیسے خواب میں کیا دیکھتا ہوں یعنی دیکھا۔

اسمِ حالیہ : ان سے کسی چیز یا شخص کا حال معلوم ہوتا ہے چنانچہ
اکثر صفت کے طور پر آتے ہیں جیسے بہتا ہوا پانی۔ اکثر لفظ ہوا
حذف کر دیتے ہیں۔ جیسے روتی صورت — سوتی مورت — ہنستا چہرہ۔

بہتا پانی — چلتا قلم۔

اسمِ حالیہ اگر بعد میں لایا جائے تو صفت کی خبر کے طور پر آئیگا جیسے پانی بہتا ہُوا ہے — گاؤں اُجڑا ہوا ہے — صورت ہی روتی ہے۔

جب اسمِ حالیہ سے پہلے کوئی حرف مثلاً علامت مفعول ہوگی تو اُس کی علامت یائے مجہول ہوگی۔ جیسے عورت کو روتے ہوئے دیکھا، وہ سر جھکائے کھڑی تھی۔ اِس دوسری مثال میں 'سر' کے بعد 'کو' محذوف ہے۔

اِس کے برخلاف جہاں حرفِ معنوی نہ ہو تو خواہ فعل مجہول آئے یا معروف دونوں حالتوں میں اسمِ حالیہ کی جنس و تعداد فاعل کے مطابق ہوگی جیسے اُس کا ہنستا ہوا چہرہ دیکھا۔ وہ روتی ہوئی صورت دیکھی۔ اُڑتے ہوئے پرندے دیکھے۔

اسمِ حالیہ کو اسم ہی کی طرح اضافت بھی دیتے ہیں جیسے کیے کی سزا۔ ڈوبتے کو سہارا۔ مرتے کو مارنا۔

ماضی: ماضی سے بعض وقت مستقبل کے معنی بھی لیے جاتے ہیں۔ جیسے وہ آیا اور میں گیا یعنی جب وہ آئے گا تو چلا جاؤنگا۔

ماضی ناتمام سے بعض وقت فعل کا بار بار ہونا معلوم ہوتا ہے جیسے وہ جہاں جاتے تھے لوگ اُن کو خوش آمدید کہتے تھے۔ ایسے موقعوں پر بول چال میں لفظ 'تھے' کو حذف بھی کر دیتے ہیں۔

جیسے وہ جہاں جاتے لوگ خوش آمدید کہتے
ماضی احتمالی سے کبھی گمان، کبھی یقین اور کبھی پریشانی اور تشویش کا بھی اظہار ہوتا ہے۔ جیسے وہ آچکا ہوگا ۔ وہ کہاں گیا ہوگا ۔۔۔
لیکن جب 'گا' حذف ہو تو شک اور امکان پر دلالت کرتا ہے جیسے وہ آچکا ہو ۔۔۔ وہ چلا گیا ہو ۔۔۔ یہ صورت بعض موقع پر تشبیہ کے واسطے بھی آتی ہے مثلاً جیسے وہ قحط کا مارا ہو۔
ماضی شرطیہ سے بھی کسی کام کا بار بار ہونا ظاہر ہوتا ہے جیسے وہ محفل کو گلزار بنا دیتا یعنی ہمیشہ۔

مرکّب افعال : مرکب افعال اپنے اکثر معاملات میں فعلِ امدادی کے تحت ہوتے ہیں۔ چنانچہ اگر فعل امدادی لازم ہوگا تو پورا فعلِ مرکب لازم ہوگا یعنی اُس کے ساتھ حالت فاعلی میں 'نے' نہ لایا جائیگا۔ اِسی طرح جب فعل امدادی متعدّی ہوگا تو وہ مکمل فعل متعدی ہوگا اور حالت فاعلی میں اُس کے ساتھ 'نے' لایا جائیگا جیسے :
وہ پڑھ چکا۔ اُس نے پڑھ ڈالا
البتہ لینا اور دینا جب فعلِ امدادی کی حیثیت سے آتے ہیں تو یہ اصل فعل کی اتباع کرتے ہیں۔ یعنی جب لازم کیساتھ ہوں تو لازم اور متعدی کے ساتھ ہوں تو متعدی آتے ہیں۔ جیسے وہ سو لیا ۔ وہ چل دیا ۔ میں نے کھا لیا ۔ اُس نے رکھ دیا۔
چُکنا ختم ہونے کے معنی میں بھی بہت کم آتا ہے جیسے۔ قرض چُکا

جان چھوٹی —— لیکن کسی فعل امدادی کے ساتھ اکثر استعمال ہوتا ہے جیسے قرض چُک گیا اور جھگڑا چُکا دیا —— جب چکنا کا ماضی دوسرے افعال کے ماضی کے صیغوں کے ساتھ آتا ہے تو فعل کے تمام ہونے کی خبر دیتا ہے جیسے وہ کھا چکا —— وہ پڑھ چکا ہوگا —— وہ لکھ چکے گا۔ وغیرہ۔

'سکنا' کا معاملہ بھی کم وبیش ایسا ہی ہے کہ یہ بھی فعل امدادی کی حیثیت سے آتا ہے جیسے وہ پڑھ سکتا ہے —— وہ لکھ سکے گا۔ وغیرہ۔

'چاہنا' اگرچہ پسند کرنے کے معنی میں آتا ہے لیکن ضرورت کے اظہار کے لیے اس کی بعض صورتوں کو فعلِ امدادی کی حیثیت سے بھی لاتے ہیں جیسے ؎

چاہیے اچھوں کو جتنا چاہیے
یہ اگر چاہیں تو پھر کیا چاہیے

اِسی طرح لکھنا چاہیے، پڑھنا چاہیے وغیرہ بھی ہے۔

زور، غصّہ اور قوت کے معنی حاصل کرنے کے لیے اکثر فعلِ امدادی کو اصل فعل سے پہلے لاتے ہیں اور اِس صورت میں تذکیر و تانیث یا واحد و جمع کا اثر اصل فعل پر پڑتا ہے جیسے :

وہ آنکلی	وہ جا پہنچا
کتاب دے پٹکی	وہ لے اُڑا

جن مرکب فعلوں میں پہلا جزو اسم یا صفت ہو اُن میں فاعل کی جنس سے پہلا جزو متاثر نہیں ہوتا بلکہ اصل فعل تبدیل ہوتا ہے جیسے کتابیں شمار کیں ۔ وہ شرط ہاری ۔ تم بُرا کہتے ہو ۔

بعض مرکب لفظ تعظیم و تکریم کے موقع پر بولے جاتے ہیں جیسے تشریف لانا ۔ تشریف فرمانا ۔ تشریف فرما ہونا ۔ ارشاد کرنا ۔ دریافت کرنا ۔ تناول فرمانا وغیرہ

حروف

حرفوں کی قسمیں حصّۂ صرف میں لکھی جا چکی ہیں ۔ یہاں اُن کے محلِ استعمال کا بیان کیا جائے گا ۔

حرفِ ربط : یہ کئی ہیں اور اِن کی تفصیل حسب ذیل ہے :

میں : ظرفِ مکان کے واسطے آتا ہے جیسے دنیا میں ۔ دل میں ۔ گلی میں ۔ اور ظرفِ زمان کے ساتھ بھی لاتے ہیں جیسے آٹھ بجنے میں دس منٹ ہیں ۔ رات میں ۔ دن میں وغیرہ ۔ یہی حرف حالت، کیفیت اور طور وغیرہ کے لئے حسبِ موقع لاتے ہیں جیسے :

خوشی میں یعنی خوشی کی حالت میں ۔

ہوش میں یعنی اُس کیفیت میں کہ جب ہوش ہو ۔

ہاتھ میں شفا ہے یعنی اُس کے ہاتھ کے ذریعہ سے ۔

دل میں کھوٹ ہے یعنی دل کے اندر، نیت میں ۔

نسبت، وزن اور تعداد کے لیئے بھی 'میں' آتا ہے جیسے عمر میں یعنی عمر کی نسبت سے ۔۔ مجھ میں اُس میں یعنی میری نسبت سے اُس میں۔

وہ وزن میں ڈیڑھ من ہے سو میں یعنی سو آدمیوں کے درمیان۔
اِسی طرح حقیقت میں، ہنسی میں وغیرہ سے تمیز کے معنی پیدا ہوتے ہیں۔

سے : ابتدا کے علاوہ یہ لفظ ماٗخذ یا اصل کی طرف اشارہ کرتا ہے جیسے۔ وہ اچھے خاندان سے ہے ۔۔ آسمان سے پانی برسا ۔۔۔ زمین سے سبزہ اُگا ۔۔ بیج سے کونپل نکلی۔

نسبت و تعلق کے لیے ۔۔ اُس سے، آنکھوں سے اندھا، گانٹھ سے پورا، اپنے کام سے کام۔

مقابلہ کے لیے ۔۔ اُس سے زیادہ

آلہ، مدد اور واسطہ کے لیے ۔۔ تلوار سے، ڈنڈے سے، دعا سے۔

تمیز کے واسطے ۔۔ شوق سے۔ غم سے

تک : انتہا کے معنی کے علاوہ بعض اوقات 'بھی' کے معنی میں بولتے ہیں جیسے آج تک یعنی آج بھی۔

اِس سے مکان اور زمان کا بھی پتا چلتا ہے جیسے۔ شہر تک۔ بازار تک۔ صبح تک ۔ شام تک ۔۔ اور عام چیزوں کے واسطے بھی لاتے ہیں۔ جیسے مجھ تک ۔ میز تک ۔ زمین سے آسمان تک ۔۔ ہنسی تک وغیرہ۔

پہ، پر، اوپر سے بالائی حصہ کی طرف اشارہ ہوتا ہے۔ اور زمان و مکان دونوں کے لیے آتا ہے جیسے چھت پر، کنارے پر، وقت پر۔ اِن سے واسطے اور تعلق کا پتا بھی چلتا ہے جیسے وہ کام پر گیا ہے۔

اور حسب موقع کے لیے، واسطے اور طرف کے معنی میں بھی بولتے ہیں جیسے وہ روپے پر جان دیتا ہے، وہ نام پر مرتا ہے، میری بات پر نہ جاؤ۔ وغیرہ۔

آگے : مکان کے لیے ـــ اس کے آگے۔ گھر کے آگے

زمان کے واسطے ـــ آگے آگے دیکھیے۔ اور اِس صورت میں زمانۂ آیندہ کے معنی دیتا ہے۔

مقابلے کے معنی میں بھی آتا ہے۔ جیسے میرے آگے یعنی میرے سامنے اور میرے مقابلے میں۔

حرفِ عطف : وہ ہیں کہ جو دو جملوں کو ملائیں اور اِن سے دونوں کاموں کا ایک ساتھ ہونا معلوم ہو۔ جیسے وہ آیا اور میں گیا۔

لفظ **اور** بعض وقت تعجب اور خلافِ توقع امر ہونے کے لیے بھی لاتے ہیں۔ جیسے تم سے اور یہ توقع ـــ بعض وقت تعلق میں پختگی کو بھی یہ لفظ ظاہر کرتا ہے جیسے میں ہوں اور میری کتابیں ـــ وہ ہیں اور ان کی بدعنوانیاں۔

بعض وقت 'اور' کے معنی میں 'نیز' بھی لاتے ہیں۔ وہ نیز اُن کے

احباب — اسی طرح کہ 'یا' نہ اور خواہ وغیرہ بھی عطف کا کام دیتے ہیں جیسے ہو نہ ہو ، آؤ یا جاؤ ، ملے خواہ نہ ملے ، تم سنو کہ نہ سنو ، تم رو و کہ پیٹو۔

جب اور جو حرفِ شرط ہیں لیکن جب وقت کے معنی میں بھی آتے ہیں۔ اور بعض وقت اُس وقت کے مقام پر بھی بولتے ہیں جیسے یہ کام جب ہوگا کہ وہ موجود ہو یعنی اُس وقت یا اُسی صورت میں — ایسے موقع پر اکثر لفظ 'ہی' بھی لاتے ہیں۔

اسی طرح بعض وقت جب بجائے تب بھی آتا ہے۔ جیسے ؎

اشک آنکھوں میں کب نہیں آتا

لہو آتا ہے جب نہیں آتا

شرطِ نفی کے معنی میں بھی جب بولتے ہیں جیسے جب تک میں نہ آؤں — ایسے شرطیہ جملوں میں جزا کے لیے تب ، تو وغیرہ حروف آتے ہیں۔

ورنہ ، نہیں تو ، نہیں وغیرہ بھی حرفِ شرط ہیں جیسے :-

تم وقت پہ آپہنچے ، نہیں ہو ہی چکا تھا

اسی طرح — علاج کراؤ نہیں تو مرض بڑھ جائیگا — پڑھو ورنہ فیل ہو جاؤ گے۔

ایک جملے کے جزو اول میں جو بات کہی گئی ہے اُس کی توضیح یا توسیع کے لیے گو ، مگر ، لیکن ، بلکہ ، پر ، اگرچہ وغیرہ الفاظ بولتے ہیں اور لیکن کے مقام پر پہلے لوگ ولیکن ، ولیک ، ولے ، لے بھی بولتے

رہے ہیں۔ یہی معاملہ وگرنہ ورنہ وغیرہ کا بھی ہے کہ ان سے پہلی بات کی مخالفت، تردید یا اُس کو محدود کرنے کا بھی کام لیا جاتا ہے جیسے ؎

قسمت ہی سے لاچار ہوں اے ذوق وگرنہ
سب فن میں ہوں میں طاق مجھے کیا نہیں آتا

اور: اس نے کچھ کہا نہیں لیکن دراصل اُسے بات ناگوار گزری ہے۔
اور: وہ سادہ مزاج ہے ورنہ وہ بشتینی رئیس ہے۔

لفظ مگر اور لیکن استثنا کے لیے بھی آتے ہیں۔ جیسے:
سب آئے مگر تم نہ آئے — ہم گیے لیکن وہ نہ آئے

اس لیے، کیونکہ، کہ حروفِ علت ہیں جیسے اُن کی خدمت میں رہو کہ یہ بھی سعادت ہے۔

لفظ کبھی اور جو کا استعمال بھی حرفِ علت کے طور پر ہوتا ہے جیسے: ان کا کرم تھا کہ اُنھوں نے آزمایا۔

جیسا، جیسے اور گویا مقابلے کے معنی میں آتے ہیں جیسے:
مجھے معلوم ہوا جیسے وہ آگیا — خط کا آنا گویا اُن سے ملاقات ہوجانا ہے۔

لفظ 'کہ' حرفِ بیانیہ ہے اور دو جملوں کو ملاتا ہے۔ جیسے:
خیال ہوا کہ وہ آگیے۔

حرفِ تخصیص: لفظ 'ہی' کے علاوہ 'تو' بھی تخصیص کے لیے

آتا ہے اور فعل کی تاکید یا تکمیل کے واسطے لاتے ہیں جیسے سنو تو۔ وہ چلے تو گیے۔ اِسی طرح کبھی دھمکی اور کبھی خواہش کے واسطے کے اظہار کے لیے بھی 'تو' لاتے ہیں جیسے۔ دیکھیں تو وہ کیونکر آتا ہے۔ — ذرا میں بھی تو دیکھوں۔ اور اس صورت میں لفظ 'سہی' کا بھی استعمال ہوتا ہے جیسے۔ دیکھوں تو سہی۔

جب 'ہی' کے ساتھ 'تو' آتا ہے تو بات میں اور زیادہ زور پیدا ہو جاتا ہے جیسے تم نے ہی تو کہا تھا۔

حرفِ فجائیہ: وہ ہیں کہ جو خوشی، رنج، تحسین، نفرین وغیرہ کے لیے بولے جائیں۔ اِن کی تفصیل صَرف کے حصّے میں بیان کی جا چکی ہے۔

تکرارِ الفاظ

اُردو میں دلچسپ بات یہ بھی ہے کہ بعض لفظوں کی تکرار سے معنی میں فرق پیدا ہو جاتا ہے۔ چنانچہ بعض صورتوں کا ذکر کیا جاتا ہے۔

اِسمِ عام کی تکرار سے ایک ایک اور ہر ایک کا مفہوم پیدا ہوتا ہے۔ جیسے گلی گلی میں، گھر گھر میں، بچہ بچہ کو یعنی ہر ایک کو — جب مضاف کی صورت میں ایسے لفظوں کو لائیں تو ایک ایک کے معنی لیتے ہیں جیسے۔ اِس گھر کا بچہ بچہ ذہین ہے — اور جہاں

یہ صورت نہ ہو مبالغہ، زور یا تاکید کی صورت پیدا ہوتی ہے جیسے
آگے آگے ہاتھی اور پیچھے پیچھے بجے تھے — وہ سڑک سڑک گئے —
گلی گلی میں گھومے یہاں کی گلی گلی کوچہ کوچہ سے میں واقف ہوں۔

جب درمیان میں کا، کی، کے ہو تو کل اور سب کے معنی
پیدا ہوتے ہیں جیسے: گھر کے گھر کا یہی حال ہے — وہ جاہل کا جاہل
رہا — قوم کی قوم اسی حال میں ہے۔

بعض وقت کثرت کے واسطے بھی یہ صورت آتی ہے جیسے۔
غٹ کے غٹ — غول کے غول — لیکن یہی صورت کبھی کبھی
قلت کے مفہوم میں بھی آتی ہے جیسے دن کے دن یعنی اُسی دن،
یا دن بھر میں۔

بات کی بات یعنی ذرا سی بات

اس تکرار میں کبھی پہلے لفظ کی جمع بھی لاتے ہیں جیسے راتوں رات،
ہاتھوں ہاتھ — اور اس سے جلدی اور مبالغہ کے معنی پیدا ہوتے
ہیں

جب حرفِ اضافت کو درمیان میں لا کر ایک اسم کی تکرار کرتے
ہیں تو بعض وقت اس سے معنی میں امتیاز اور زور کی صورت بھی
پیدا ہوتی ہے جیسے:

دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی کر دیا۔
پیسے کے پیسے برباد ہوئے اور ذلت کی ذلت ہوئی۔

اس تکرار میں کبھی درمیان میں الف یا ب بھی لاتے ہیں جیسے مارا مار، دوڑا دوڑ، دن بدن، روز بروز۔

اسی طور پر صفات بھی محاورہ میں مکرر لانے کا قاعدہ ہے۔ جیسے میٹھا میٹھا ہپ ہپ، کڑوا کڑوا تھو۔۔ بڑے بڑے لوگ جمع تھے۔

بعض وقت پہلے لفظ کے الف آخر کو یائے مجہول سے بدل دیتے ہیں جیسے کھٹے کا کھٹا۔ بھوکے کا بھوکا۔ ننگے کا ننگا۔

اعداد کو بھی مکرر لاکر کثرت، تاکید اور مبالغہ کا مفہوم حاصل کرتے ہیں جیسے ایک ایک پیسے کو ترس گیا۔ آٹھ آٹھ آنسو رویا۔ تین تین گھنٹے انتظار کیا۔

اسی طرح ایک ایک اور الگ الگ کے معنی میں ضمایر، اسمائے استفہام اور اسمائے موصول وغیرہ کو بھی بہ تکرار لاتے ہیں جیسے اپنا اپنا، کون کون، کیا کیا، کچھ کچھ، کوئی کوئی۔

افعال کی تکرار سے تواتر اور کثرت کا مفہوم پیدا ہوتا ہے۔ جیسے چلتے چلتے، روتے روتے، کھاتے کھاتے اور تن تن کر، بن بن کر۔۔ اس تکرار میں مدت کے معنی بھی ہوتے ہیں اور آہستگی اور سستی کا مفہوم بھی پوشیدہ ہوتا ہے۔ جیسے پڑے پڑے، لکھتے لکھتے۔ اور۔ آتے آتے آئیں گے یعنی رفتہ رفتہ۔

اس کے برخلاف اچانک کے معنی میں بھی یہ تکرار آتی ہے جیسے

دیکھتے دیکھتے یعنی فوراً اور بہت جلد۔

زور پیدا کرنے کے لیے کبھی پہلا فعل مذکر اور دوسرا مونث لاتے ہیں۔ اِس کے برعکس بھی کرتے ہیں جیسے دیکھا دیکھی اور دیکھی دیکھا۔ اسی طرح پہلا فعل لازم اور دوسرا متعدی لاتے ہیں جیسے: ہنستے ہنساتے، کھیلتے کھلاتے۔ بعض وقت اِن افعال کے درمیان لفظ "نہ" بھی لاتے ہیں جیسے:

ع جو لگائے نہ لگے اور بجھائے نہ بجھے

حرفوں کو بہ تکرار لاکر بھی معنی میں زور اور مبالغہ پیدا کر لیتے ہیں۔ جیسے آگے آگے، ساتھ ساتھ، اوپر اوپر، اندر اندر۔ اور اِن میں بعض وقت پہلے کو بطور جمع لاتے ہیں جیسے بیچوں بیچ۔

دوسرا باب
نحو ترکیبی

دو یا دو سے زاید کلموں کو ملانا اور اُن مرکبات کی قسموں اور ہر قسم کی شناخت کا بیان۔

کلام

جب دو یا زاید لفظ ملائے جاتے ہیں تو اُن لفظوں کا جو مرکّب بنتا ہے وہ دو طرح کا ہو سکتا ہے۔

(الف) یا تو اُس کے سننے سے پورا مفہوم واضح ہو جائے جیسے:
یہ قلم اچھا ہے ۔ احمد نیک لڑکا ہے

اِن دونوں مثالوں سے پوری بات معلوم ہو جاتی ہے اِن کو کلام تام یا جملہ کہیں گے۔

(ب) دوسری صورت یہ ہے کہ لفظوں کے مرکب سے پورا مفہوم

ظاہر نہ ہو سکے صرف ادھوری بات معلوم ہو جیسے اچھا قلم ــ اور نیک لڑکا ۔ ان سے قلم کے اچھے ہونے یا لڑکے کے نیک ہونے کا تو پتا چلتا ہے لیکن اُس قلم اور لڑکے کو کیا ہوا ۔ اِس قول کی ضرورت کیونکر پیش آئی ۔ یہ نہ معلوم ہوا لفظوں کے اِس مرکب کو ناقص کہتے ہیں ۔ اِس کو فقرہ اور مرکب غیر کلامی بھی کہتے ہیں

مرکب کلامی	مرکب غیر کلامی
یا کلام تام	یا کلامِ ناقص
(جملہ)	(فقرہ)

مرکب ناقص

مرکبات دو طرح کے ہو سکتے ہیں

وہ کہ جن کے اجزا الگ الگ موجود اور بدستور باقی و ظاہر ہوں جیسے شکر قند ، بارہ دری وغیرہ یہ مرکب غیر امتزاجی ہیں یعنی وہ کہ جو ایک دوسرے سے ملتے نہ ہوں ۔

اور جب اجزا ایک دوسرے سے اِس طرح مل جائیں کہ بظاہر وہ مرکب ایک معلوم ہو تو اُسے مرکب امتزاجی کہیں گے جیسے :

پنگھٹ = پن + گھٹ = پانی + گھاٹ

دلبر = دل + بر اکبر آباد = اکبر + آباد

اکثر شہروں اور مختلف چیزوں کے اسما مرکب امتزاجی ہیں اور چنانچہ اُن کی چند قسمیں کی جاسکتی ہیں۔

اول وہ کہ جو کسی شخص، جگہ یا چیز کا نام ہوں اُن کو مرکب اسمی کہنا مناسب ہے جیسے مطیع الغفار، ابصار اللہ، ہندوستان، علی گڑھ، پنچکّی، پن بھری، چارپای وغیرہ۔

دوم وہ کہ جو کسی عدد کا نام ہوں جیسے چوبیس = چو + بیس —
اکتالیس = اک + تالیس = اک + چالیس
بتیس = ب + تیس = دو (= ب) + تیس ۔ ان کو مرکب عددی کہیں گے۔

جب دو صفات یا ایک صفت اور ایک اسم مل کر کوئی مرکب بنائیں اور وہ مرکب کوئی صفت ظاہر کرے تو اُسے مرکب توصیفی کہیں گے جیسے نڈر، نڈھال، شہ زور، انجان، بیڈول وغیرہ ۔ان کی تفصیل صفات کے سلسلے میں صرف کی کتاب میں بیان کی جاچکی ہیں۔

مرکبات غیر امتزاجی کئی طرح کے ہوتے ہیں۔

(الف) مرکب **اضافی**: وہ ہے کہ جب دو اسموں کے درمیان اضافت کا تعلق ہو۔ اضافت اِسم یا اسم کی قسموں یعنی ضمیر وصفت وغیرہ کے درمیان آتی ہیں لیکن کوئی فعل مضاف یا مضاف الیہ نہیں ہوسکتا۔

اضافت کی کئی صورتیں ہوسکتی ہیں یعنی:

تملیکی: وہ کہ جب ایک مالک ہو دوسرا مملوک جیسے احتشام کی کتاب۔

میرا قلم - اپنی بات -

ظرفی : وہ کہ جب مضاف الیہ ظرف ہو اور مضاف مظروف جیسے ڈبّے کا دودھ ، جنگل کا شیر ، دریا کا پانی -

بعض وقت برعکس صورت بھی ہوتی ہے یعنی ظرف مضاف ہوتا ہے اور مظروف مضاف الیہ جیسے چائے کی پیالی ، تیل کی بوتل -

اضافت ظرف زمان کے ساتھ بھی آتی ہے جیسے صبح کا وقت - دوپہر کی دھوپ -

توصیفی - وہ ہے کہ جس سے کسی چیز کی صفت معلوم ہو - جیسے طبیعت کا بُرا - دل کا اچھا - شدت کی گرمی

تخصیصی - وہ کہ جس میں مضاف الیہ کو مضاف کے ساتھ خصوصیت کا تعلق ہو - مثلاً ماخذ کی طرف اشارہ ہو - جیسے درخت کی چھال - شیشم کی لکڑی - سمندر کے موتی -

اسی طرح اضافت کی بعض صورتیں اور بھی ہو سکتی ہیں - مثلاً تشبیہ کا تعلق ہو — اور اس سلسلہ کی تفصیل صَرف کی کتاب میں دی جا چکی ہے -

فارسی میں پہلے مضاف آتا ہے اور اردو میں پہلے مضاف الیہ لاتے ہیں - اور فارسی میں اضافت کے لیے عموماً زیر آتا ہے جو مضاف کے نیچے بناتے ہیں جبکہ اردو میں اضافت کی علامت کوئی حرف ہوتا ہے اور وہ مضاف الیہ کے ساتھ آتا ہے - اردو میں فارسی کے قاعدے سے

بھی مرکب اضافی لاتے ہیں۔

(ب) **مرکب توصیفی** وہ ہے کہ اس سے کسی چیز کا وصف معلوم ہو۔ اس میں موصوف وہ ہوتا ہے جس کی صفت بیان کی جائے۔ فارسی میں موصوف کے نیچے زیر لگاتے ہیں۔ اردو میں اس کی علامت کچھ نہیں ہے البتہ ترتیب برعکس ہوتی ہے یعنی :

مردِ نیک (فارسی) نیک مرد (اُردو)

لیکن اُردو میں فارسی کے مرکب توصیفی بھی آتے ہیں۔

اُردو میں جنس تعداد اور حالت کے اعتبار سے صفت اور موصوف کے درمیان موافقت ضروری ہوتی ہے۔ جیسے اچھا لڑکا۔ اچھی لڑکی۔ اچھے لڑکے۔

جب دو لفظ مل کر صفت بنائیں تو دوسرے لفظ کو کہ جو کیفیت پر دلالت کرتا ہے موصوف سے مطابق ہونا چاہیے۔ جیسے :

ٹانگ ٹوٹا مرد ٹانگ ٹوٹی عورت

دل چلا آدمی من چلی عورت

(ج) **مرکب عطفی** وہ ہیں کہ جب دو کلموں کے درمیان کوئی حرف عطف آئے جیسے احمد اور محمود۔ اس میں احمد معطوف الیہ اور محمود معطوف ہے۔

جب ایک ہی شخص یا چیز کے دو نام ایک ساتھ آئیں تو اُن کے درمیان حرف عطف نہیں آتا اور اُن میں جو زیادہ مشہور ہو اُسے عطف بیان کہتے ہیں جیسے شمس العلما محمد حسین ۔ اس میں محمد حسین عطف

بیان ہے۔

مرکب عطفی کی ایک صورت وہ بھی ہے جب کوئی حرف استثنا لائیں۔ جیسے احمد کے سوا — محمود کو چھوڑ کر وغیرہ

(د) **مرکب تمیزی**۔ وہ ہے کہ جس میں ایک اسم دوسرے اسم کی شرح کرے جیسے ایک چلّو پانی — اس میں ایک چلّو ممیز ہے اور پانی تمیز ہے۔

مرکب کی بعض صورتیں اور بھی ہیں جیسے مرکب اشاری یعنی وہ آدمی۔ مرکب موصولی جیسے کھوٹا روپیہ، مرکب عددی جیسے ایک سو پانچ۔ اسی طرح اسمِ فاعل، اسم صفت، اسمِ مکبّر، اسم مبالغہ وغیرہ بھی اکثر مرکب ہوتے ہیں اور اُن کی تفصیل صَرف کی کتاب میں بیان کی جا چکی ہیں۔

(ہ) **مرکّب تابع مہمل**: وہ ہے کہ جب دوسرا لفظ محض پہلے کی رعایت سے لے آتے ہیں۔ اِس میں جو لفظ تابع ہوتا ہے اُس کے معنی عام طور سے کچھ نہیں ہوتے اسی لیے اُس کو تابع مہمل کہتے ہیں۔ یہ لفظ عام طور سے اپنے متبوع سے ملتے جُلتے، ہم وزن بلکہ ہم قافیہ بھی ہوتے ہیں جیسے لڑکا وڑکا۔ روٹی ووٹی۔ جھوٹ موٹ۔

یہ تابع مہمل بعض وقت اپنے متبوع کے بدل کے معنی میں بھی آتے ہیں جیسے

اسے روٹی ووٹی کچھ کھانے کو دو۔ یعنی روٹی اگر نہ ہو تو کوئی اور

چیز جو کھانے کے کام آسکے۔

زخم کے لیے مرہم ورہم درکار ہے — ورہم سے مراد کوئی ایسی چیز جو مرہم کا بدل ہو۔

بعض وقت بامعنی الفاظ بھی تابع کی حیثیت سے آتے ہیں اور اس صورت میں اُن کو زواید کہنا چاہیے جیسے رونا دھونا، جھوٹ سچ، مار پیٹ۔

یہ مرکبات جملہ خبریہ اور جملہ انشائیہ سب میں اپنے معنی اور محل کے مقام سے استعمال ہوتے ہیں۔

- مرکب ناقص
  - امتزاجی
    - اسمی
    - عددی
    - توصیفی
  - غیر امتزاجی
    - اضافی
      - تملیکی
      - ظرفی
        - زمانی
        - مکانی
      - توصیفی
      - تخصیصی
    - توصیفی
    - تمیزی
    - عطفی
    - تابع مہمل
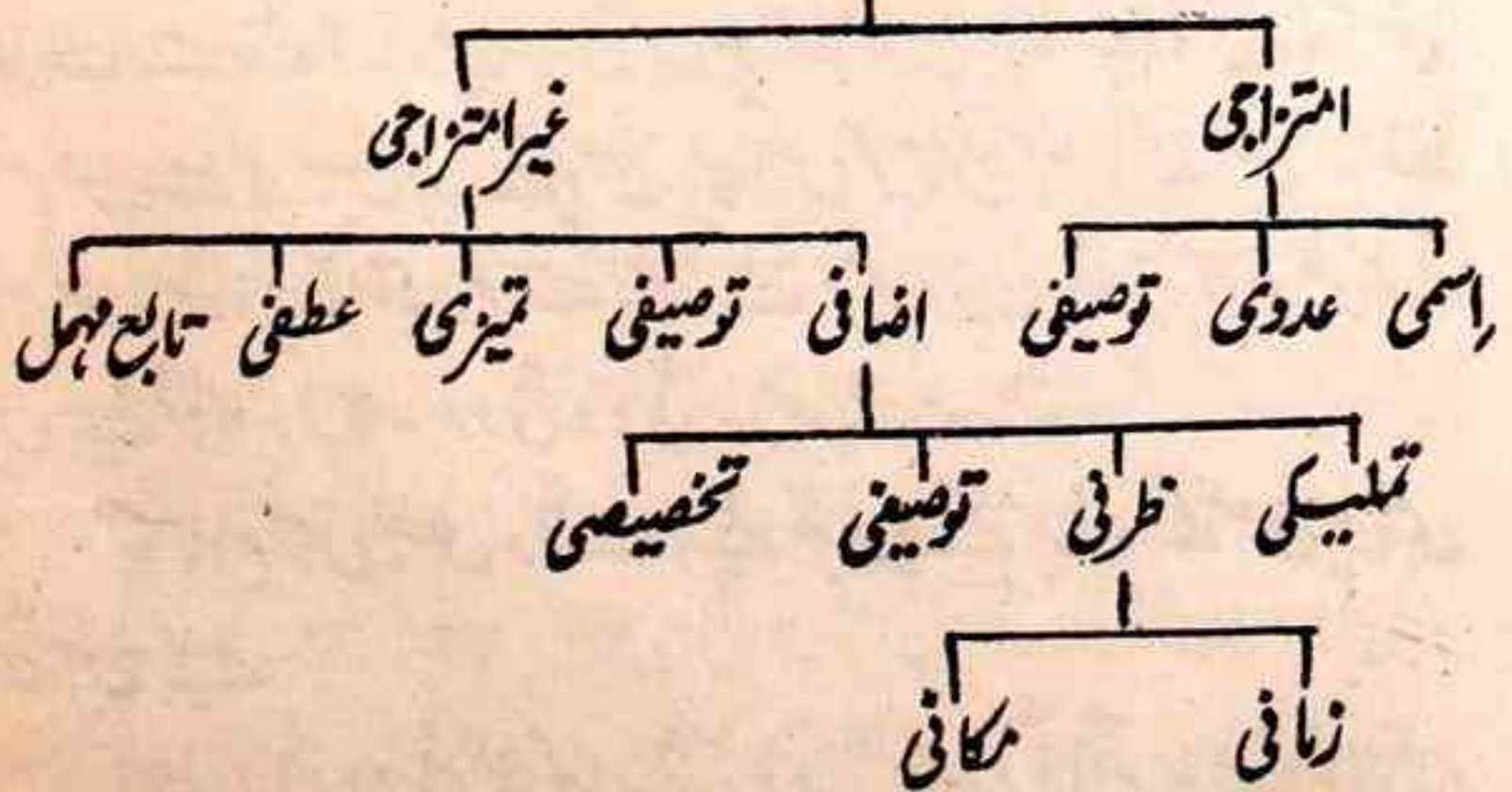
کلامِ تام

(الف) جُملے کے اجزا

کلام تام یا جملہ وہ ہے جس سے سننے والے کو پوری بات معلوم ہو جائے۔ کوئی جملہ بغیر فعل کے مکمل نہیں ہوتا اور ہر فعل کے لیے کم سے کم ایک فاعل ضروری ہے اور جب فعل متعدی ہوگا تو اُس کے لئے مفعول بھی ضروری ہوگا یعنی جملہ کم سے کم ایک فعل اور ایک یا دو اسم کا مجموعہ ہوتا ہے۔ اِس تعریف کے مطابق جملے کی تین صورتیں ہو سکتی ہیں۔

(الف) جب فعل متعدی ہو تو مفعول ضرور ہوگا جیسے

احمد قلم لایا

فاعل مفعول فعل

(ب) جب فعل لازم ہو تو جملہ ایک اسم اور ایک فعل سے مکمل ہو جائے گا۔ جیسے احمد گیا

فاعل فعل

(ج) بعض حالتوں میں فاعل کو حذف کر دیتے ہیں۔ اِس صورت میں جملہ بظاہر صرف ایک لفظ پر مشتمل ہوگا جو بیان کیا گیا اور دوسرا لفظ یعنی فاعل مقدر یعنی قرینے سے معلوم ہوگا۔ جیسے آؤ یعنی تم آؤ۔ اِس میں تم

محذوف یا مقدر ہے۔ اسی طرح لکھیے یعنی آپ وغیرہ۔

جب فعل مجہول ہو گا تو مفعول بجائے فاعل کے آئے گا۔ اس صورت میں اگر فعل کے ساتھ صرف ایک مفعول ہو تو اسم کے ساتھ علامت مفعول نہیں لاتے۔ البتہ ضمیر کے ساتھ علامت مفعول ضرور لاتے ہیں جیسے:

کتاب پڑھی گئی   اُن کو پڑھا یا گیا۔

جب فعل متعدی مجہول کے ایک سے زاید مفعول ہوں تو دوسرے مفعول کے ساتھ 'کو' لاتے ہیں۔ جیسے احمد کو سبق دیا گیا۔ لفظ 'کو' کے محل استعمال سے متعلق تفصیلی بحث صرف کی کتاب میں کی جا چکی ہے۔

مفعول کی کئی قسمیں کی گئی ہیں یعنی۔

(الف) وہ کہ جس پر فاعل کا کام پورا ہو مفعول بہ ہے جیسے احمد قلم لایا۔ یعنی قلم پر لانے کا عمل تمام ہو گیا۔ اس کی علامت 'کو' ہے جو بعض حالتوں میں لاتے ہیں اور بعض میں نہیں لاتے۔

(ب) وہ کہ جو آلہ کے لیے آئے کہ اُس سے فعل صادر ہو مفعول منہ ہے جیسے تلوار سے قتل کیا۔ اس کی علامت اردو میں 'سے' ہے۔

(ج) مفعول لہٗ وہ ہے جو سبب بنے کسی کام کا جیسے شرم سے بچھ گیا یعنی شرم کے سبب سے۔

(د) مفعول مطلق جو کسی فعل کا مرادف یا مشتق ہو۔ جیسے

بیٹھک میں بیٹھا۔ مار ماری گیی۔

(ہ) مفعول فیہ۔ جو وقت یا جگہ بتاے جیسے گھر کو گیا۔ گھر سے نکلا۔ گھر میں آیا۔ وقت پر جائے گا۔ دوپہر میں آیا۔ صبح کو گیا۔ بعض وقت علامت مفعول حذف بھی کر دیتے ہیں جیسے گھر آیا۔ یعنی گھر میں۔ صبح گیا یعنی صبح کو۔

(و) مفعول معہٗ۔ وہ ہے جو مفعول بہٖ کا شریک یا تابع ہو جیسے: مشین مع اوزاروں کے خریدی۔ چار روپے میں کتاب لایا۔

جملے میں وہ لفظ جو دوسرے کلمہ سے یا کلمہ کی طرف منسوب کیا جائے مسند الیہ کہلاتا ہے اسے محکوم الیہ بھی کہتے ہیں اور جس لفظ سے نسبت دیتے ہیں وہ مسند ہے۔ یہ نسبت قایم کرنے کے لیے جو لفظ آتا ہے اسے اسناد یا حکمیہ کہتے ہیں۔ اسم مسند اور مسند الیہ دونوں ہو سکتا ہے لیکن فعل ہمیشہ مسند ہوتا ہے اور مسند الیہ نہیں ہو سکتا جیسے۔

احمد آیا یعنی آنے کی نسبت احمد کے ساتھ ہے۔ چنانچہ احمد مسند الیہ اور آیا مسند ہے۔ اسی طرح کتا کالا ہے میں کتا مسند الیہ اور کالا مسند ہے۔ اردو میں قاعدہ ہے کہ مسند الیہ ہمیشہ پہلے آتا ہے۔ ہاں ضرورتِ شعری سے ترتیب بدل سکتے ہیں لیکن یہ ترتیب کا بدلنا اچھا نہیں ہے۔

جملے کا کام ہے کسی بات کو بیان کرنا یا کسی چیز سے متعلق خبر فراہم کرنا۔ چنانچہ وہ چیز جس کی بابت خبر دی جائے مبتدا ہے اور مبتدا ہمیشہ جملے کے شروع میں آتا ہے۔ اِس طرح جملے کے یہ دو جز ہوئے یعنی

مبتدا　　　اور　　　خبر

مبتدا عموماً کسی شخص یا چیز کا نام ہوتا ہے یا اُس کا قایم مقام اور خبر وہ بات ہے کہ جو مبتدا کے بارے میں سننے والے کے علم میں لانی مقصود ہوتی ہے۔ خبر کو مبتدا سے متعلق ہونا ضروری ہے۔

مبتدا (الف) یا تو کوئی اسمِ معرفہ ہوگا یا اسمِ عام یا ضمیرِ فاعلی جیسے احمد گیا۔ شیر آیا۔ وہ لایا۔

یا (ب) کوئی صفت یا عدد بطور اسم کے حالتِ فاعلی میں آئیگی۔ جیسے دو کھیل رہے ہیں۔ چار پڑھ رہے ہیں۔ بھولو کا مر گیا۔ اندھا آیا۔

(ج) مصدر بھی مبتدا ہوتا ہے جیسے پڑھنا ضروری ہے۔ رونا بُرا ہے۔

(د) دو یا زاید اسم یا ضمیریں حالتِ فاعلی میں جیسے احمد اور محمود گئے۔ گائے اور بکری چرتی ہیں۔ اِن میں حرفِ عطف حذف بھی ہو سکتا ہے جیسے ہم تم چلیں۔

(ھ) کوئی فقرہ یا جملہ بھی فاعل کی حیثیت سے مبتدا ہو سکتا ہے۔ جیسے اُس کا رونا بُرا لگتا ہے۔ کھیلتا ہوا بچہ اچھا لگتا ہے۔

بعض وقت مبتدا کو حذف بھی کر دیتے ہیں - اور اُس کی صورتیں یہ ہیں کہ :

(الف) جملے میں فعل اس طرح آئے کہ مبتدا یا فاعل کا اندازہ ہو سکے۔ جیسے چلتا ہوں یعنی میں ایک مرد - جاو یعنی تم -
پڑھتی ہوں یعنی میں ایک عورت -

(ب) خطاب یا استفسار کے جواب میں جیسے کوئی پوچھے کہ احمد آیا تو کہیں کہ جی جناب آیا یعنی احمد آیا - اِس صورت میں محض حرفِ ایجاب یا نفی کو بھی بعض لوگ جملہ قرار دیتے ہیں جیسے جواب میں کہا "جی" تو اِس کے معنی ہوے کہ جی، احمد آیا -

(ج) ضرب الامثال وغیرہ میں بہ سبب اختصار کے بھی مبتدا کو حذف کر دیتے ہیں جیسے - ناچ نہ جانے، یعنی ناچنے والا -

خبر کی بھی چند صورتیں ہیں یعنی

(الف) وہ فعل ہو جیسے وہ آیا - اِس میں آیا خبر ہے -

(ب) کوئی اسم یا ضمیر مفعولی یا اضافی وغیرہ حالت میں ہو جیسے یہ گھر میرا ہے — وہ احمد کا بیٹا ہے — اُس نے خط پڑھا -

(ج) صفت یا عدد جیسے وہ بہادر ہے - اُس کا نمبر دو ہے -

(د) کوئی فقرہ یا لفظ جو بطور اسم کے آئے جیسے :

وہ غریب کا بیٹا ہے

مبتدا کی طرح اُس فعل کو بھی جو خبر کے طور پر آئے بعض وقت

حذف کر دیتے ہیں اور اِس کی بعض صورتیں یہ ہیں :-

(الف) بیان کی اُن صورتوں میں جب اُس کا حذف کیا جانا آسانی سے سمجھ میں آسکتا ہو۔ جیسے۔ تمھاری بَلا سے، کسی کا نقصان ہو یا نفع۔

(ب) جہاں مقابلہ کا مفہوم ہو۔ جیسے : اُس کا چہرہ ہے گویا کنول کا پھول۔

(ج) ضرب الامثال وغیرہ میں جیسے : زبردست کا ٹھینگا سر پر۔

اور (د) نظم میں بھی اکثر افعال امدادی حذف کر دیتے ہیں جیسے :

ع۔ وقتِ پیری شباب کی باتیں

مبتدا اور خبر کی وضاحت یا صراحت کے واسطے بھی بعض لفظ لائے جاتے ہیں۔ اُن کو توسیع کہتے ہیں۔ اُن سے مبتدا اور خبر کے معنی میں تعیین اور تخصیص کی صورت پیدا ہوتی ہے جیسے

میرے لڑکے نے ایک مفصّل خط لکھا۔ مفصل توسیعِ خبر ہے

اور : احمد یعنی اسلم کا بیٹا آیا تھا ۔ اسلم کا بیٹا توسیع مبتدا ہے۔

مبتدا کی توسیع کبھی صفت سے ہوتی ہے اور اِس صورت میں وہ اسم سے پہلے آتی ہے جیسے : اچھا آدمی وہ ہے جو اچھے کام کرے

اور کبھی اُس ضمیر سے کہ جو اسم کی ... صفت کے طور پر آتی ہے جیسے:

یہ لڑکا اچھا ہے۔

اعداد سے بھی مبتدا کی توسیع ہوتی ہے جیسے: چاروں دوست آئے۔ دس آدمی گئے۔ اور بعض وقت اضافی حالت سے بھی جیسے: اس کا دوست آیا۔ دل کی دھڑکن تیز ہوگئی۔ بعض وقت مضاف الیہ کو حذف بھی کر دیتے ہیں جیسے: بہت خیال رہا یعنی اس بات کا۔

اس مقصد کے لیے اسمِ حالیہ بھی لاتے ہیں جیسے: اُڑتی ہوئی چڑیا کا شکار کیا۔ اُڑتی چڑیا کو مار لیا

اسی طرح توسیعِ خبر کی بھی کئی صورتیں ہوتی ہیں یعنی:

ضمیر یا کوئی لفظ یا فقرہ جو بطور اسم کے آئے اور حالتِ مفعولی میں ہو جیسے: تم اپنا سبق پڑھو۔ اسی طرح فقرہ یا جملہ بھی مفعول ہوتا ہے جیسے مٹھائی لٹتی دیکھ کر حلوائی نے بھی کھانی شروع کر دی۔

بعض وقت زاید مفعول بھی لاتے ہیں جیسے اُس نے کتاب میں اپنا سبق پڑھا۔ میں نے فقیروں کو اپنی جیب سے پیسے دیے۔

وقت، مقام، طریقہ اور سبب وغیرہ کے لیے بھی کوئی اسم یا ضمیر لا کر خبر کی توسیع کرتے ہیں جیسے: اُس نے دانشمندی سے اپنے دشمن پر بر وقت وار کیا۔

صفت، حرفِ ربط اور اسمِ حالیہ بھی توسیعِ خبر کے لیے آتے ہیں جیسے: وہ لڑکا اچھا ہے۔ میں نے اُسے گھر تک پہنچایا۔ یہاں رہتے ہوئے اُسے کئی برس ہو گئے۔

فاعل کا بدل بھی خبر کی توسیع کے لیے آتا ہے اور اسی طرح تمیز

کے حروف بھی اِس مقصد کے لیے لاتے ہیں جیسے : وہ تمھارا دوست ہے ــــ وہ آہستہ آہستہ چلتا ہے۔

جملے کے دونوں اجزا یعنی مبتدا اور خبر ایک دوسرے کے مطابق ہونے ضروری ہیں۔ یہی نہیں بلکہ مبتدا کو اپنے کلمات توسیع کے ساتھ اور خبر کو اپنی توسیع کے الفاظ کے ساتھ مطابقت لازمی ہے۔ اِس کے بغیر جو جملہ ہوگا از روے قواعد غلط ہوگا اور اِس مقصد کے لیے سابقہ تمام بحثوں کا ذہن میں بخوبی ہونا ضروری ہے۔ اِس سلسلہ میں بعض باتیں اور بھی ضروری ہیں جن کا ذکر ذیل میں کیا جاتا ہے۔

قاعدہ ہے کہ صفت اپنے موصوف سے مطابق ہوتی ہے۔ اِسی طرح حرفِ اضافت کو بھی تذکیر و تانیث اور وحدت و جمعیت میں عام طور سے مضاف کے مطابق ہونا چاہیے۔ البتہ جب ایک ہی صفت کئی اسما میں مشترک ہو اور اُن اسما میں بعض مذکر ہوں اور بعض مونّث تو مطابقت کی حسب ذیل صورتیں ہوتی ہیں:

(الف) صفت جنس میں اُس اسم کے مطابق ہوگی جو قریب تر ہے۔ یہی معاملہ مضاف کا بھی ہے جیسے : اِس گھر میں روشندان، کھڑکیاں اور دروازے اچھے ہیں اُس نے زمین، مکان، کھیت، جایداد سب برباد کی۔

بعض وقت قریب کا اسم مونّث ہوتا ہے پھر بھی مذکر ہی کی مطابقت

ہوتی ہے لیکن یہ استثنائی صورت محاوروں میں اور محض ذی رُوح کے ساتھ آتی ہے۔ غیر ذی روح کے ساتھ کبھی ایسا نہیں ہوتا جیسے:

اُس کے بی بی بچے آئے　　اُس کے جوردہے نہ جاتا

(ب) جب صفت کسی اسم کے ساتھ خبر کے طور پر آئے اور علامتِ مفعول یعنی 'کو' مذکور ہو تو صفت ہمیشہ واحد مذکر آئے گی جیسے:

عورتوں کو بھلا پایا　　لوگوں کو اچھا دیکھا۔

لیکن جب 'کو' نہ لائیں تو موصوف کی مطابقت ضروری ہے جیسے:

عورتیں بھلی دیکھیں　　لوگ اچھے پائے

وہ صفت جو تمیز کے طور پر آئے یا جو اسم کے بدل کی حیثیت سے ہو تذکیر و تانیث اور وحدت و جمعیت پر اثر انداز نہیں ہوتی جیسے:

مجھ کمترین کو آپ نے یاد کیا　　اُس نے یہ کیا کیا

(ج) وہ فعل جو خبر کے طور پر آئے تذکیر و تانیث اور وحدت و جمعیت میں اپنے مبتدا کے مطابق ہوگا جیسے:

احمد روپیہ چاہتا ہے　　سعیدہ آنا چاہتی ہے

(د) جب فاعل کوئی ضمیر ہو اور وہ مذکر اور مونث دونوں کے واسطے ہو تو خبر کو مذکر لاتے ہیں جیسے۔ وہ بیوی اور میاں ہر وقت لڑتے ہیں۔

جب مبتدا کئی اسما۔ یا ضمایر پر مشتمل ہو اور وہ الگ الگ جنس کی ہوں تو خبر عام طور سے قریب والے اسم کے مطابق ہوگی جیسے:

اُس کی دوکان، مکان جایداد زمین سب برباد ہو گئی ـــ لیکن اگر سب واحد اور ایک جنس کی ہوں تو خبر اُن کی تذکیر و تانیث کے مطابق آئے گی جیسے: روپیہ پیسہ برباد ہوا، ـــ عزّت دولت گئی ـــ اور اُن میں سے اگر ایک یا زاید جمع ہوں تو خبر بھی جمع ہوگی جیسے:

قلم، دوات اور کتابیں خریدیں۔

دوکانیں، جائیداد اور زمین خریدیں۔

(۵) جب دو یا زاید اسم ہوں اور اُن کے آخر میں لفظ سب آجائے تو فعل کی مطابقت آخری اسم کی تذکیر و تانیث اور وحدت و جمعیت کے مطابق ہوگی جیسے: زمین، جایداد، دوکانیں سب بک گئیں ـــ عزّت، روپیہ، پیسہ سب برباد ہوا۔

لیکن جب آخر میں 'سب کچھ' آجائے تو فعل ہر حالت میں واحد ہی ہوگا جیسے: روپیہ، دوکانیں، زمینیں سب کچھ بک گیا۔

اِس کے برخلاف آخر میں اگر 'دونوں' ہو یا 'دونوں کے دونوں' تو فعل بہر حال جمع آئے گا جیسے: دونوں گئے اور دونوں کے دونوں گئے۔

اِسی طرح اور بھی بہت سی حالتیں ہیں۔ اِن سب کا بیان طوالت طلب ہے۔ اِن امور میں اہلِ علم کی بول چال کی اتباع سے بہتر اور کوئی اصول نہیں ہے۔

جملے کے حصّے دو ہوتے ہیں یعنی: مبتدا اور خبر- فعل اگرچہ خبر کا جزو ہوتا ہے لیکن چونکہ یہ خبر کے دوسرے الفاظ اور مبتدا کے مابین ربط پیدا کرتا ہے- اس لیے اس کو رابط کہا گیا ہے- اِس طرح جملے کے اجزا تین ہوئے یعنی:

ہے	ایک	اللہ	ہے	لڑکا	وہ
رابط	خبر	مبتدا	رابط	خبر	مبتدا

جب فعل متعدّی ہو تو اس صورت میں ترتیب یہ ہو گی کہ پہلے مبتدا یا فاعل لایا جائے گا پھر مفعول اور پھر خبر لائیں گے- لیکن بول چال میں یہ ترتیب اکثر قایم نہیں رہتی- بعض قابلِ ذکر صورتیں یہ ہیں:

جب بات میں زور پیدا کرنا ہو یا بہت زیادہ رنج یا خوشی یا تعجب کا اظہار یا تاکید مقصود ہو تو بعض لفظوں کو پہلے لاتے ہیں جیسے:

افسوس ہے تمھاری حالت پر　　مجھے سخت ملال ہوا اُسے دیکھ کر

اِس مقصد کے واسطے فعل متعدّی کے مفعول کو پہلے لاتے ہیں جیسے:

اُس کو میں نے بلایا　　میری مرغی تم نے ہی چُرائی ہے

اور بعض وقت خود فعل کو شروع میں لا کر زور پیدا کرتے ہیں جیسے:

ماروں گا ایک دو ہاتھ　　بچا کرو غلط لوگوں کی صحبت سے

بھول جاؤ اب پچھلی باتوں کو-

جب بول چال میں تینوں قسم کی ضمیریں یکجا ہوں تو پہلے ضمیر متکلم،

پھر ضمیر حاضر اور سب سے آخر میں ضمیر غائب لائیں گے جیسے :

ہم اور تم ، اُس کے گھر گیۓ ۔

البتہ ضمیر موصول ان سب سے پہلے آتی ہے ۔ اسی طرح صفات بھی ہمیشہ موصوف سے پہلے آتے ہیں لیکن زور دینے کے واسطے ان کو خبر کی حیثیت سے بعد میں بھی لاتے ہیں اور کبھی الگ بھی جیسے :

یہ لوگ خراب ہیں اور یہ لوگ تو ہیں ہی خراب

انکار کے لیۓ مرکب فعلوں سے پہلے حرف نفی آتا ہے لیکن زور پیدا کرنے کے لیۓ درمیان میں لاتے ہیں جیسے :

ہم نے اُسے جانے نہ دیا ۔

اسی طرح بعض صورتیں اور بھی ہو سکتی ہیں ۔ سب سے بہتر طریقہ یہی ہے کہ جس طرح پڑھے لکھے لوگ بولتے ہیں اُسی طرح بولا جاۓ ۔

(ب) جُملے کی قسمیں

جملے کے اجزا پر نظر کریں تو اُن کی دو قسمیں معلوم ہوتی ہیں یعنی
(الف) وہ جملے کہ جو فعل اور فاعل سے مل کر بنیں، جملۂ فعلیہ ہیں جیسے:
احتشام آیا کتاب کھولی۔
جہاں فعل متعدی ہو اُس کا مفعول بھی آئے گا جیسے:
احتشام نے سبق پڑھا۔
اِن جملوں میں مسند الیہ کوئی اسم ہوتا ہے اور مسند فعل ہوتا ہے۔

(ب) اِن کے برخلاف بعض جملے ایسے بھی ہوتے ہیں جو دو اسموں سے مل کر بنتے ہیں اور اُن کے ساتھ ایک رابطہ بھی آتا ہے جیسے:
اللہ ایک ہے — احمد لڑکا ہے — اِن کو جملۂ اسمیہ کہتے ہیں۔ جملۂ اسمیہ کی تعریف اِس طرح بھی کی جاسکتی ہے کہ اِس میں مسند اور مسند الیہ دونوں اسم ہوتے ہیں۔ اور یہاں اسم سے مراد اُس کی تمام قسمیں ہیں یعنی مصدر، اسم، ضمیر، صفت وغیرہ

جملے سے کوئی خبر حاصل ہوتی ہے یا بیان کرنے والے کے خیالات کا پتا چلتا ہے اور اِس اعتبار سے بھی اُن کی دو قسمیں کی جاسکتی ہیں یعنی
جملۂ خبریہ وہ ہے جس سے کسی واقعہ یا حالت کا پتا چلتا ہے جیسے:

وہ پڑھتا ہے۔ اُس نے سبق یاد کیا۔

جملۂ انشائیہ وہ ہے جس سے کہنے والے کے خیالات، اُس کی ایما اور خواہش کا علم ہو۔ مفہوم کے اعتبار سے ایسے جملوں کی چند قسمیں کی جا سکتی ہیں یعنی:

استفہامیہ۔ جس میں سوال کیا گیا ہو جیسے: میں کیا کروں۔
کہیے آپ پر کیا گذری آپ اچھے تو ہیں

فجائیہ۔ جوش، جذبہ اور تاثر کا جن سے اظہار ہو جیسے:
ماشاءاللہ آپ خوب پڑھتے ہیں لوگو اِس بات پر توجہ کرو۔
افسوس کہ وہ یہاں نہیں ہے اُس کی ہمت پر آفریں ہے۔

امریہ۔ وہ جملے ہیں جن میں کوئی حکم دیا گیا ہو یا اجازت طلب کی گئی ہو جیسے: جاؤ اب تم چلے جاؤ اجازت ہو تو میں جاؤں۔

اِن کے علاوہ اور بھی چند قسمیں ہیں لیکن اُن کا یہاں پر ذکر محض طوالت کا سبب ہوگا۔

کوئی خبر صحیح ہو سکتی ہے اور غلط بھی لیکن کوئی ایسا جملہ جس میں محض اپنی بات کہی گئی ہو۔ خواہ خوشی کا اظہار ہو یا رنج کا یا حکم ہو یا اجازت، اُس کے غلط ہونے کا کوئی سوال نہیں۔ اِس طرح جملۂ خبریہ اور جملۂ انشائیہ کی پہچان یہ بھی ہے کہ خبریہ وہ جملے ہیں کہ جو بات اُن میں مذکور ہو وہ غلط اور صحیح ہو سکے لیکن جملہ انشائیہ میں

جو بات مذکور ہوتی ہے اُس کے غلط یا صحیح ہونے کا معاملہ نہیں ہوتا۔

(ج) مرکب جُملے

وہ جملہ جس میں صرف ایک مبتدا اور ایک خبر ہو جملۂ مفرد ہے۔ اِس کے برخلاف جب دو یا زیادہ جملے مل کر ایک جملہ بنائیں تو اُس بڑے جملے کو جملہ مرکب کہیں گے ۔ مرکب جملے دو طرح کے ہوتے ہیں۔

(الف) وہ جملے جن کے دونوں حصّے برابر کے ہوں۔ یہ دونوں ہم رتبہ کہے جائیں گے اور اِن کے ملانے سے جو جملہ بنے گا وہ مرکب مطلق ہو گا۔

(ب) اِن کے برخلاف وہ جملہ جس کا ایک جزو اصل ہو اور دوسرا جزو اُس کا تابع ہو، مرکب ملتف کہا جائے گا۔

اِن دونوں کی پھر چند قسمیں کی گئی ہیں۔ چنانچہ تفصیل حسب ذیل ہے:

مطلق جملے:

جب دو ہم مرتبہ جملے ایک دوسرے سے ملیں تو اُن کی چند صورتیں ہوں گی یعنی:

(الف) یہ کسی حرف عطف سے مِلائے جائیں، اِس صورت میں اِن کو جملۂ عاطفہ کہیں گے۔ حرفِ عطف سے پہلے کا جزو معطوف علیہ اور بعد والا معطوف کہا جائے گا۔ حرفِ عطف کئی ہیں۔ چنانچہ

جملۂ عاطفہ بھی اُن سب سے مل کر بنتے ہیں مثلاً:

وہ آیا اور چلا گیا   تم نے سبق پڑھا پھر یاد کر لیا

بعض وقت بالخصوص نظم میں حرفِ عطف کو حذف کر دیتے ہیں جیسے:

صبح آئے تھے، شام جاتے ہیں

جب جملۂ عاطفہ میں دو سے زاید جملے شریک ہوں اور ایک ہی حرفِ عطف ہر جگہ لایا جاتا ہو تو صرف آخری جزو کے ساتھ حرفِ عطف لانا کافی ہوتا ہے، باقی جگہوں پر حذف کر دیتے ہیں جیسے:

وہ آیا، بیٹھا، اُٹھا، پھر چلا گیا

اُس نے لکھا، پڑھا، یاد کیا اور سبق سُنا دیا۔

جملۂ عاطفہ کو جملۂ وصلی بھی کہتے ہیں لیکن پہلے نام سے اُس کی بناوٹ کا طریقہ بھی معلوم ہوتا ہے اِس لیے وہ بہتر ہے۔

(ب) **جملہ تردیدی:** وہ جملے ہیں کہ جن میں ایک جزو دوسرے کی ضد ہو یا مختلف ہو اور اِن دونوں کے درمیان کوئی حرفِ تردید لایا جائے، اِس طرح کہ وہ دونوں کو معنی کے اعتبار سے الگ کرے۔

جیسے: اُسے آنے دو یا جانے دو۔

بعض وقت لفظ 'کہ' سے بھی ایسے مرکب جملے بنا لیے جاتے ہیں جیسے: کہوں کہ نہ کہوں یعنی کہوں یا کہ نہ کہوں۔ روزمرہ میں کبھی حرف 'کہ'، اور کبھی 'یا'، اور کبھی دونوں حذف کر دیے جاتے ہیں اور اِس طرح بھی بولتے ہیں کہ:

کہوں یا نہ کہوں   اور: کہوں نہ کہوں۔

لفظ ' نہ ' حرفِ انکار ہے اور مرکب جملوں میں کبھی دونوں اجزا کے ساتھ لاتے ہیں اور کبھی صرف دوسرے کے ساتھ لانا کافی سمجھتے ہیں جیسے: اُس نے نہ پڑھا اور نہ لکھا

اُس نے پڑھا اور نہ لکھا

اسی طرح جب دو سے زاید اجزا سے ایسا جملہ مرکب ہو تو صرف آخری جزو کے ساتھ حرفِ تردید لانا کافی سمجھا جاتا ہے جیسے:

وہ پڑھتا ہے، لکھتا ہے اور نہ کہنا مانتا ہے۔

' نہیں تو ' اور ' ورنہ ' بھی اِن جملوں میں آتے ہیں جیسے:

آؤ ورنہ میں جاتا ہوں   علاج کراؤ نہیں تو مرض بڑھ جائیگا

اسی طرح خواہ اور چاہے وغیرہ بھی اِن جملوں میں لائے جاتے ہیں جیسے: وہ آئے چاہے جائے   تم رہو خواہ چلے جاؤ

(ج) ایسے جملے جن میں دو باتیں اس طرح کہی جائیں کہ ایک دوسرے کے مقابل ہو، یا اُس کی خامی ظاہر کرے یا تکمیل کے واسطے آئے استدراکی جملے کہے جاتے ہیں اِن کی تین صورتیں ہیں:

(الف) دوسری بات پہلی کے خلاف ہو، یا اُس میں خائل ہو۔

(ب) دوسری بات پہلی کی وجہ سے محدود ہوتی ہو یا اُس میں کمی یا قید یا تخصیص کا مفہوم پیدا ہو۔

(ج) دوسری سے پہلی میں اضافہ یا ترقی یا توسیع ہو۔

ایسے جملے بنانے کے لیے جو حروف آتے ہیں یہ ہیں مگر، لیکن، بلکہ
جیسے : وہ دعوے بہت کرتا ہے مگر کام بالکل نہیں آتا۔
وہ آدمی اچھا ہے لیکن کہنا نہیں مانتا۔
وہ بے مروّت ہے بلکہ ظالم بھی۔
بعض وقت مگر یا لیکن کے معنی میں لفظ 'اور' بھی بولتے ہیں جیسے:
ایسا ہوشیار شخص اور ایسی غلطی کرے۔
اِن مثالوں سے ظاہر ہے کہ مگر اور لیکن یا 'پر' وغیرہ دراصل
گو اور اگرچہ کے جواب میں آتے ہیں جیسے :
گو وہ پڑھتا ہے مگر اُسے یاد نہیں ہوتا۔
بول چال میں گو اور اگرچہ کو اکثر حذف کر دیتے ہیں چنانچہ پہلی
مثالوں میں یہی صورت ہے۔

(د) سببی جملے وہ ہیں کہ جن میں سے ایک جزو دوسرے کے
سبب کی حیثیت سے آئے۔ یہ جملے کیونکہ، اِس لیے، اِس
واسطے وغیرہ سے جُڑے ہوتے ہیں اور یہ حروف دراصل لفظ چونکہ
کے جواب میں آتے ہیں جیسے :
چونکہ تم نہیں تھے اِس لیے میں چلا آیا۔
اِن جملوں میں چونکہ کسی بات کی وجہ بیان ہوئی ہے اُن کو جملۂ معللہ
بھی کہا گیا ہے۔
بول چال میں جب لفظ چونکہ شروع میں لاتے ہیں تو دوسرے

حصّے میں اسی لیے وغیرہ کو حذف کر دیتے ہیں جیسے :

چونکہ وہ تھا ، میں نہ گیا

اور جب اسی لیے وغیرہ لاتے ہیں تو "چونکہ" کے حذف میں قباحت محسوس نہیں کی جاتی مثلاً : تم وہاں تھے اس لیے میں بھی گیا

میں اس سے محبّت کرتا ہوں کیونکہ وہ میرا عزیز ہے

اِن چاروں قسم کے مرکب جملوں میں یہ بات مشترک ہے کہ اُن کا ایک جزو دوسرے کا محتاج نہیں ہوتا اور خود اپنی جگہ پر ایک مکمل اور بامعنی جملے کی حیثیت رکھتا ہے ۔ اسی خصوصیت کی وجہ سے اِن کو آزاد یا مطلق جملے کہا گیا ہے ۔

ملتف جملے :

ملتف جملے وہ ہیں کہ جن میں ایک جزو اور باقی اجزا اصلی اور اس کے تابع ہوں ۔ جب تک تابع جملے کو اصل جملے کے ساتھ ملا کر نہ پڑھیں اُس کا مفہوم واضح نہیں ہوتا ۔ تابع جملوں کی چند قسمیں اُن کے تعلق اور معنی کے اعتبار سے کی گئی ہیں ۔

(الف) اسمی جملے : یہ وہ ہیں جو اسم کا کام کرتے ہوں اور اس لحاظ سے اس کی پھر چند صورتیں ہیں یعنی :

(الف) وہ کہ جس کو اصل جملے کے ساتھ مبتدا یا اُس کے بدل کا تعلق ہو جیسے :

یہاں اتنی روشنی ہے کہ آنکھیں چکا چوندھ ہو رہی ہیں۔
وہ کام کرو کہ مناسب ہو۔

(ب) وہ کہ جس کو اصل جملے کے فعل کے مفعول کی حیثیت حاصل ہو جیسے: میں کہتا ہوں کہ پڑھو

(ج) وہ کہ جو اصل جملے کے فعل یا اُس کی خبر کو محدود کرتا ہے یا کسی دوسری طرح سے متاثر کرتا ہے جیسے:
دیکھو کہ وہ کون ہے اُس نے کہا کہ سُنو

ان سب مثالوں میں اسمی جملہ کی ابتدا حرف 'کہ' سے ہوتی ہے اور یہ 'تاکہ' - 'اِسلیے کہ' - 'کیونکہ' اور 'جو کہ' کے بدل کی حیثیت سے آتا ہے۔ چنانچہ یہ چاروں حروف مرکب بھی اسمی جملے کے شروع میں آتے ہیں جیسے: اُن سے ملو کیونکہ اِس میں فایدہ ہے
وہاں جاؤ تاکہ مقصد حاصل ہو۔ احتیاط کرو کیونکہ وہ دشمن ہے
وہ لے لو جو تمھیں مطلوب ہو۔

بعض وقت 'ایسا نہ ہو کہ'، 'مبادا'، اور 'خدا نہ کرے کہ'، وغیرہ لفظوں سے بھی اسمی جملے شروع ہوتے ہیں جیسے:
کام کرو ایسا نہ ہو کہ پچھتانا پڑے محنت کرو مبادا ناکام ہو جاؤ
بول چال میں اکثر لفظ 'کہ' حذف بھی کر دیا جاتا ہے جیسے:
دیکھو وہ کون ہے اُس نے کہا یہاں آؤ۔
وہ چلّایا لوگو بچاؤ۔

اگر اصل جملے میں کوئی فقرہ یا لفظ ایسا ہے جس سے دعا یا اظہارِ مدعا کی صورت پیدا ہو تو اسمی جملے میں فعل مضارع لایا جاتا ہے جیسے:

خدا کرے کہ وہ آجائے   تم کو چاہیے کہ جاؤ

(ب) **وصفی جملے:** وہ ہیں جو صفت کی جگہ پر آئیں اور اصل جملے کے کسی لفظ یا فقرے کی تعریف بیان کریں۔ ان کے ساتھ کوئی ضمیر، اسم موصول یا اسم اشارہ لایا جاتا ہے اور جواب میں اصل جملے کے ساتھ کوئی دوسری ضمیر یا کلمہ لاتے ہیں جیسے:

جو مجھے ناپسند ہے وہ بات میں کیوں سنوں۔

بعض وقت دوسری ضمیر محذوف ہوتی ہے جیسے:

جو بات مجھے ناپسند ہے میں کیوں سنوں۔

بعض موقعوں پر بول چال میں اختصار کے سبب ضمیر موصولہ کو بھی حذف کر دیتے ہیں جیسے: جو کیا سو وہ اچھا کیا

اور: جو کیا سو اچھا کیا

کبھی اُس کلمہ کو بھی حذف کر دیتے ہیں جو اصلی اور تابع جملے کو ملاتا ہے۔ جیسے:

اچھا ہوا پاس ہو گیے   یعنی یہ اچھا ہوا کہ تم پاس ہو گیے

جب وصفی جملہ کسی فعل کے مقصد کو ظاہر کرے یا جہاں پر تعداد اور کیفیت وغیرہ متعین نہ ہو وہاں فعل مضارع لاتے ہیں جیسے:

ع   ایسا بھی کوئی ہے کہ سب اچھا کہیں جسے

ایسے شعر پڑھو جو بزم کو گرما دیں
کوشش کرو کہ لوگ بہتری کی طرف مائل ہوں

بعض وقت لفظ 'کہ' کی جگہ وصفی جملوں میں بھی 'جو' آتا ہے جیسے :

یہی چیز ہے کہ مجھے پسند ہے　　اور : یہی چیز ہے جو مجھے پسند ہے

(ج) **تمیزی جملے** : وہ ہیں کہ جو اصل جملے کی خبر سے متعلق وقت' مقام یا طور طریقے کی وضاحت کریں اور اسی لحاظ سے اُن کی تقسیم کی جاسکتی ہے یعنی

زمانہ کے لیے جیسے :

ع　　تمھیں جب نہیں ہو تو کیا لطفِ محفل

جب تمیزی جملے میں دن ، وقت وغیرہ اسمائے ظرف زمان آتے ہیں تو اصل جملے میں بھی اُن کے جواب میں مناسب لفظ لائے جاتے ہیں۔ مثلاً :

جس وقت تم نے آواز دی اُس وقت میں پڑھ رہا تھا۔
جب تک زندگی ہے اُس وقت تک مصیبت جھیلنی ہے۔

دورانِ گفتگو اکثر اُس وقت وغیرہ الفاظ کو حذف کر دیتے ہیں یعنی اس طرح بولتے ہیں :

جب تک زندگی ہے مصیبت جھیلنی ہے۔

لفظ کہ بجائے یکایک اور "اتنے میں" بھی آتا ہے جیسے :

ہم بات کر رہے تھے کہ وہ بول اُٹھا۔

اُس کا ذکر ہی شروع ہوا تھا کہ اچانک وہ آگیا۔

اِسی طرح اسمائے ظرف مکانی بھی تمیزی جملوں کے ساتھ آتے ہیں جیسے:

جدھر سینگ سمائے وہ اُدھر ہی چلا گیا۔

وہ جہاں گیا وہیں کامیاب رہا۔

بول چال میں اصل جملے کے ساتھ حروف مکانی اکثر حذف کر دیے جاتے ہیں جیسے:

ع اب تک تو جس زمیں میں رہے آسماں رہے

طریقے اور طور کے لیے جیسے جیسے، جوں جوں، جس، وغیرہ الفاظ لائے جاتے ہیں جیسے:

جیسے جیسے دن چڑھتا گیا ویسے ویسے گرمی میں شدت آتی گئی۔

بعض وقت تمیزی جملے اصل جملے کی وجہ بیان کرتے ہیں اور اِس صورت میں الفاظ اگر اور بسو۔ تو لائے جاتے ہیں جیسے:

اگر وہ بڑوں کی عزت کرے گا تو لوگ اُسے اچھا کہیں گے۔

بعض میں کبھی حرف شرط اور کبھی حرفِ جزا کو حذف کر دیتے ہیں جیسے:

جو بوو گے وہی کاٹو گے۔ تم کہتے تو میں کیوں نہ سنتا

وہ آئے گا تو میں چلا جاؤں گا۔

جتنے بھی تابع جملے ہیں اُن سب کی مختلف قسموں کے لیے اُن کے تعلق اور مفہوم کی مناسبت سے مختلف نام مقرر کیے جا سکتے ہیں لیکن

یہاں اس طور پر تفصیل غیر ضروری معلوم ہوی البتہ جملۂ معترضہ کا ذکر کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے کیونکہ یہ اصطلاح اکثر بول چال میں آتی ہے۔

جب کسی مرکب جملے میں غیر ضروری طور پر کوی اور جملہ بھی شامل کر لیا جائے تو اُسے جملۂ معترضہ کہتے ہیں جیسے:

وہ، خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں، نہایت شریف آدمی ہے۔

اس میں 'خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں' سے اصل جملے کے مفہوم کا کوئی تعلق نہیں۔ بعض وقت ایسے جملۂ معترضہ کو مختصر کر لیتے ہیں جیسے:

خدا کی قسم وہ اچھا آدمی ہے

جتنے بھی مرکب جملے ہیں معنی کے اعتبار سے وہ یا تو خبریہ ہونگے یا انشائیہ اور اُن کا حال مختصراً بیان کیا جا چکا ہے۔
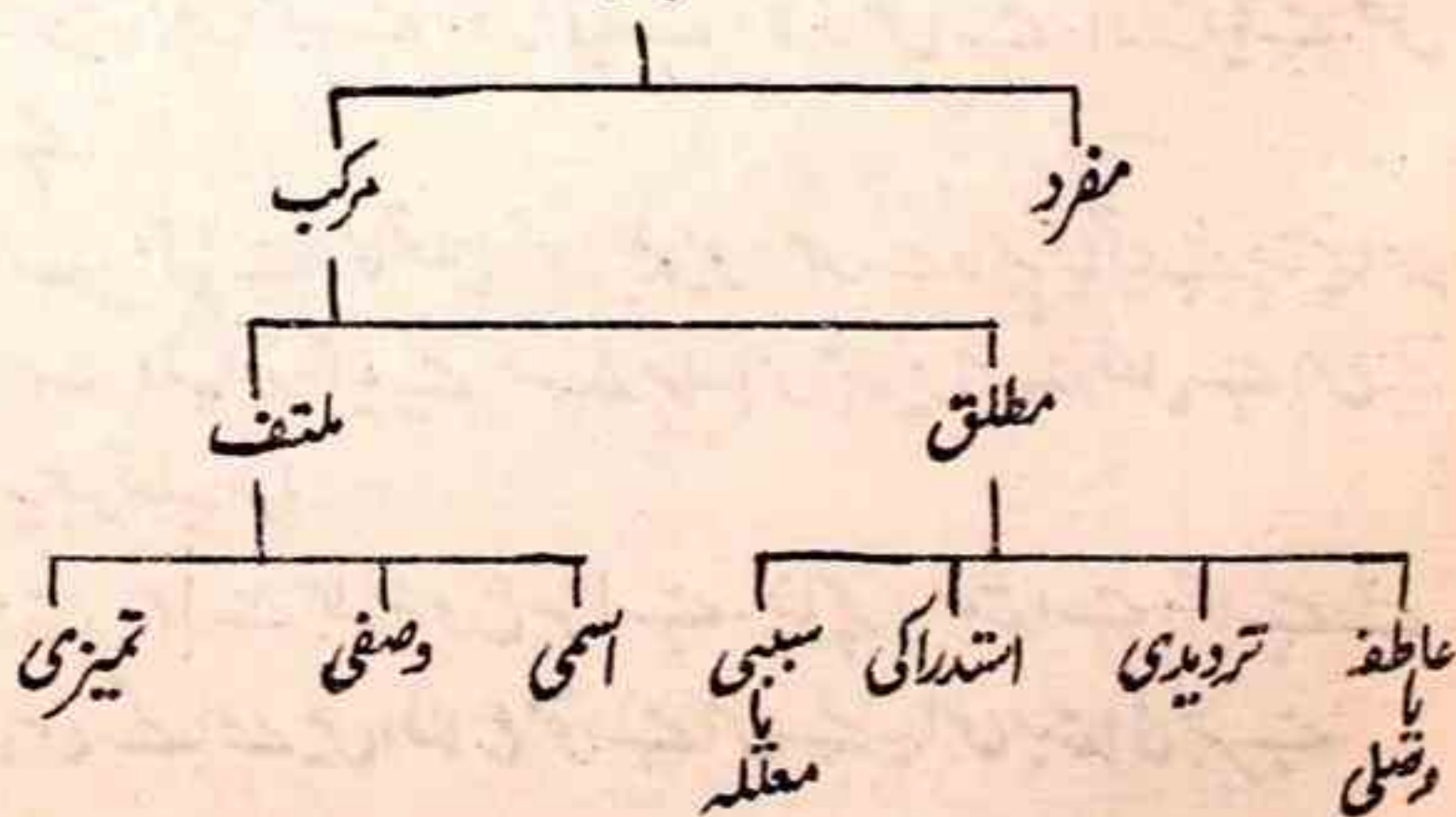
ترکیبِ نحوی

ترکیب کے معنی ہیں ایک سے زاید چیزوں کو ملانا۔ نحوی ترکیب کے تحت جملے کی قسم اور اُس کے اجزا سے متعلق معلومات بہم پہنچائی جاتی ہیں یعنی یہ کہ:

(الف) جملے کے اجزا کیا کیا ہیں؟

(ب) اِن اجزا کے مابین کس قسم کا تعلق ہے

اور (ج) اِن کے ملنے سے جو جملہ بنا وہ کس قسم کا ہے

اِس کی بعض مثالیں یہاں پیش کی جاتی ہیں تاکہ نحو کی بحثوں کو سمجھنے میں سہولت ہو۔

مثال نمبر ۱ احمد آیا ہے

اس میں احمد اسم ہے اور 'آیا ہے' کا فاعل ہے۔ اور 'آیا ہے' فعل ہے۔

(ب) 'آیا ہے' کا تعلق اِس جملے میں احمد سے قایم کیا گیا ہے چنانچہ احمد مسند الیہ اور 'آیا ہے' مسند ہوا۔ اِس جملہ میں مسند فعل ہے اِس لیے یہ جملہ فعلیہ ہوا۔

(ج) احمد سے جملہ شروع ہوتا ہے۔ چنانچہ یہ مبتدا ہے۔ آیا ہے سے اس کے بارے میں اطلاع ملتی ہے اس لیے یہ اس مبتدا کی خبر ہے۔

(د) اِس جملہ میں صرف ایک مبتدا اور ایک ہی خبر ہے اِس لیے یہ جملہ مفرد خبریہ ہے۔

مثال نمبر ۲

احمد کا	بیٹا	کل	آیا ہے
توسیع مبتدا	مبتدا	توسیع خبر	خبر

جملہ مفرد، خبریہ، فعلیہ

مثال نمبر ۳

یہ گھوڑا ہے

اِس میں گھوڑا اسم ہے اور یہ اسم مسند ہے اِس لیے یہ جملہ اسمیہ ہے۔ جملہ میں صرف ایک مبتدا اور ایک ہی خبر ہے اِس وجہ سے یہ جملہ مفرد بھی ہے اور خبریہ بھی۔

مثال نمبر ۴

آہا	احمد	آگیا
حرف انبساطیہ	اسم	فعل
انبساطیہ	فاعل	
توسیع خبر	مبتدا	خبر

جملہ مفرد، فعلیہ، انشائیہ فجائیہ

اِن مثالوں سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ مفرد جملوں کی ترکیب نحوی میں مبتدا اور خبر اور اُن کی توسیع کی نشان دہی الگ الگ کی جاتی ہے اور اِس بات پر بھی نظر رکھی جاتی ہے کہ مسند اور مسند الیہ کیا ہیں۔

مرکب جملوں کی ترکیب نحوی کے لیے پہلے ان میں مفرد جملوں کو الگ کرنا ضروری ہے اور پھر ہر مفرد جملہ کے اجزا کی نوعیت پر نگاہ کی جاتی ہے۔ اور اِس کی بنیاد پر اُس مرکب جملے کی بابت کوئی حکم لگاتے ہیں۔ اِس کی مثالیں یہ ہیں:

مثال نمبر ۱

وہ اچھا آدمی ہے اور خوب پڑھتا ہے۔ اِس جملے کے دوسرے جزو کا فاعل بھی 'وہ' ہے جو محذوف ہے۔ چنانچہ ترکیب نحوی کے لیے جملہ کو اِس طرح سمجھا جائے:

وہ	اچھا	آدمی	ہے	اور	(وہ)	خوب	پڑھتا ہے
مبتدا	توسیع خبر	خبر	رابط		مبتدا	توسیع خبر	فعل
	صفت	اسم (اچھا کا موصوف)			محذوف		خبر
جملۂ مفرد، اسمیہ، خبریہ				حرف عطف وصل	جملۂ مفرد، فعلیہ، خبریہ		
ہم رتبہ					ہم رتبہ		

جملۂ مرکب، مطلق، خبریہ، عاطفہ

مثال نمبر ۲

وہ ٹھہرے اور میرا انتظار کرے۔

وہ — ٹھہرے — اور — (وہ) — میرا — انتظار کرے

وہ: ضمیر فاعل — مبتدا
ٹھہرے: فعل، امر — خبر
جملہ مفرد، فعلیہ، انشائیہ — ہم رتبہ

اور: حرفِ عطف، وصل

(وہ): ضمیر فاعل محذوف — مبتدا
میرا: توسیع خبر
انتظار کرے: فعل، امر — خبر
جملہ مفرد، فعلیہ، انشائیہ — ہم رتبہ

جملہ مرکب، مطلق، انشائیہ، عاطفہ

مثال نمبر ۳

احمد — نے — کہا — کہ — میں — چلونگا

احمد: اسم — فاعل
نے: حرف — علامت فاعل
مبتدا
کہا: خبر
جملہ مفرد، خبریہ، فعلیہ — اصل

کہ: حرفِ عطف بیانیہ

میں: مبتدا
چلونگا: خبر
جملہ مفرد، خبریہ، فعلیہ — تابع

جملہ مرکب، ملتف، اسمی، خبریہ

مثال نمبر۴

احمد نہایت لایق ہے لیکن (وہ) بخیل ہے

احمد — مبتدا
نہایت — توسیع خبر
لایق ہے — خبر
جملہ مفرد، خبریہ، اسمیہ

لیکن — حرفِ استدراک

(وہ) — مبتدا (محذوف)
بخیل ہے — خبر
جملہ مفرد، خبریہ، استدراکی

ہم رتبہ — ہم رتبہ

جملہ مرکب، مطلق، استدراکی، خبریہ

مثال نمبر۵

محنت کرو کہ پاس ہو جاو۔

(تم) — مبتدا محذوف
محنت کرو — فعل مرکب، امر — خبر
جملۂ مفرد، فعلیہ، انشائیہ

کہ — حرفِ عطف بیانیہ

(تم) — مبتدا محذوف
پاس ہو جاو — فعل مرکب، امر — خبر
جملہ مفرد، فعلیہ، انشائیہ

جملہ مرکب، ملتف، سببی، انشائیہ

ختم شد۔

اُردو کی چند مفید کتب

ادب

کتاب	مصنف	قیمت
کلیاتِ اقبال (عکسی)	علامہ اقبال	-/۲۵
بانگِ درا	؍ ؍	-/۱۰
بالِ جبریل	؍ ؍	۷/۵۰
ضربِ کلیم	؍ ؍	۷/۵۰
ارمغانِ حجاز	؍ (اُردو)	۴/۵۰
فیروز اللغات جیبی		۶/۵۰
اردو لسانیات	ڈاکٹر شوکت سبزواری	-/۸
آج کا اردو ادب	ڈاکٹر ابواللیث صدیقی	-/۱۲
ڈرامہ کی تاریخ و تنقید	عشرت رحمانی	-/۱۵
شاعری اور شاعری کی تنقید	ڈاکٹر عبادت بریلوی	-/۱۶
اقبال شاعر اور فلسفی	وقار عظیم	-/۱۴
تخلیقی عمل	وزیر آغا	-/۱۲
اردو شاعری کا مزاج	؍	-/۳۰
جدید شاعری	ڈاکٹر عبادت بریلوی	-/۲۵
غزل اور مطالعہ غزل		-/۲۰

کتاب	مصنف	قیمت
نیا افسانہ	وقار عظیم	-/۹
اطرافِ غالب	ڈاکٹر سید عبداللہ	-/۱۵
تصوراتِ اقبال	مولانا صلاح الدین احمد	۱۲/۵۰
ارمغانِ علی گڑھ	پروفیسر خلیق احمد نظامی	-/۲۰
سرسید - ایک تعارف	؍	۱/۲۵
اردو ادب کی تاریخ	عظیم الحق جنیدی	۷/۵۰
تاریخ ادب اردو	اشفاق محمد خاں	زیر طبع
اردو زبان و ادب	ڈاکٹر مسعود حسین	۷/۵۰
اردو مثنوی کا ارتقا	عبدالقادر سروری	-/۶
مقدمہ شعر و شاعری	مقدمہ از ڈاکٹر وحید قریشی	۴/۵۰
مطالعہ سرسید احمد خاں	عبدالحق	-/۵
انتخاب مضامین سرسید	سید آلِ احمد سرور	۳/۵۰
شارعِ ادب	شرافت حسین مرزا	۳/۷۵
اردو نثر کا تاریخی سفر	محمد زبیر	۱/۵۰
تنقیدی سرمایہ	عبدالشکور	۳/۵۰
تحقیقی مطالعہ حالی	ڈاکٹر ظہیر احمد صدیقی	۱/۵۰
تحقیقی مطالعہ انیس	؍	۱/۵۰

نذیر احمد کی کہانی، کچھ ان کی کچھ میری زبانی } فرحت اللہ بیگ ۱/۷۵

دہلی کا یادگار شاہی مشاعرہ " ۱/۵۰

نمائندہ مختصر افسانے محمد طاہر فاروقی ۲/۷۵

منتخب ادبی خطوط مغیث الدین فریدی ۱/۲۵

داستان رانی کیتکی سید انشاء اللہ خاں انشاء ۱/۵۰

مجموعہ نظم حالی ڈاکٹر ظہیر احمد صدیقی ۲/۹۵

مثنوی گلزار نسیم " ۳/-

انتخاب مثنویات اردو مغیث الدین فریدی ۳/۵۰

شمع اور شاعر مع شرح اقبال -/۷۵

ساقی نامہ " " -/۹۵

تصویر درد " " -/۷۵

انشاء و خطوط نویسی

گلدستہ مضامین و انشاء پردازی } ڈاکٹر محمد عارف خاں ۵/۹۵

کامرس

ہائر سیکنڈری بک کیپنگ

حصہ اول۔ ڈاکٹر محمد عارف خاں ۲۰/-

حصہ دوم " ۲۰/-

ایڈوانسڈ اکاؤنٹس ڈاکٹر محمد عارف خاں ۲۵/-

جدید طریقہ و تنظیم تجارت " ۳۰/-

اصول معاشیات (اکنامکس) ڈاکٹر محمد محسن زیر طبع

سیاسیات

دنیا کی حکومتیں (ورلڈ کانسٹی ٹیوشن) ۱۴/-

تاریخ افکار سیاسی (ہسٹری آف پالیٹکل تھاٹ) ۷/۹۵

جمہوریہ ہند (کانسٹی ٹیوشن آف انڈیا) ۷/۵۰

مبادی سیاسیات (ایلیمنٹس آف پالیٹکس) ۷/۵۰

مبادیات علم مدنیت (ایلیمنٹری سوکس) ۳/۷۵

تاریخ

تاریخ تہذیب عالم اے اے ہاشمی ۱۰/-

ہماری تاریخ و تمدن حصہ اول وحید اشرف ۲/۹۵

" " حصہ دوم " ۲/۹۵

" " حصہ سوم " ۳/۵۰

جغرافیہ

ہمارا جغرافیہ حصہ اول افضال احمد صدیقی ۳/۷۵

" حصہ دوم " ۳/۷۵

" حصہ سوم " ۳/۷۵

ہندوستان کے نقشوں کی کاپی " ۲/۷۵

ایشیا کے نقشوں کی کاپی افضال احمد صدیقی ۲/۷۵

دنیا کے نقشوں کی کاپی " ۲/۷۵

فارسی

نصابِ فارسی ڈاکٹر غلام سرور ۳/-

سخنِ نو حصہ اول " ۱/۹۰

" حصہ دوم " ۲/۲۵

" حصہ سوم " ۲/۷۵

گلہائے بہار " ۲/-

انتخاب غزلیاتِ فیضی ڈاکٹر محمد ابراہیم قاضی ۲/

دینیات

نصابِ دینیات حصہ اول ڈاکٹر اقبال حسن خاں ۲/۵۰

" حصہ دوم ۳/-

اسلامی کشکول مظہر الدین بلگرامی ۳/-

متفرق

تعلیمی نفسیات کے نئے زاویے مسرت زمانی ۸/۵۰

علم معلومات ڈاکٹر ضیاء الدین علوی ۴/۵۰

ایجادات کی کہانی " ۳/۹۵

رہبر صحت مسرت زمانی ۴/۵۰

علم خانہ داری " ۵/۷۵

بچوں کی تربیت مسرت زمانی ۳/۷۵

ہندوستان کا تہذیبی ورثہ ڈاکٹر ضیاء الدین ۲/۲۵

متفرق قاعدے وغیرہ

عربی کا نیا آسان قاعدہ -/۵۰

نیا آسان قاعدہ حصہ اول -/۶۰

" " حصہ دوم -/۶۰

آسان اردو حصہ اول ۱/-

" " حصہ دوم ۱/-

" " حصہ سوم ۱/-

ہندی کا نیا آسان قاعدہ اردو کے ذریعہ ہندی سکھانے والا -/۷۵

اردو شکھشک۔ ہندی کے ذریعہ اردو سکھانے والی کتاب ۱/۵۰

بچوں کی نئی نظمیں حصہ اول مسرت زمانی -/۸۵

" حصہ دوم " -/۸۵

انگلش ٹرانسلیشن کمپوزیشن اینڈ گرامر (انگریزی سے اردو) ایم۔ اے۔ شہید ۴/۵۰

درسی مطبوعات

نقوشِ ادب (حصہ نثر و نظم) مرتبہ شعبۂ اُردو مسلم یونیورسٹی ۵۰/۴

خیابانِ ادب (حصہ نثر) مرتبہ عظیم الحق جنیدی ۷۵/۳

خیابانِ ادب (حصہ نظم) " ۷۵/۳

ابتدائی اردو نصاب (حصہ نثر و نظم) مرتبہ شعبۂ اردو مسلم یونیورسٹی ۵۰/۲

نیا ادبی نصاب " مرتبہ اطہر پرویز و عظیم الحق جنیدی ۵۰/۴

انتخابِ نو (حصہ نثر و نظم) حصہ اوّل مرتبہ شعبۂ اردو دہلی یونیورسٹی -/۳

" " " حصہ دوم ۵۰/۳